Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۴۲۹۴۶

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت کا پتہ

SHOP. 255257
RES. 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمے دساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRACTO METER AR-8 60

فوٹو کرومک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بادر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

— ایک بار خدمت کا موقع دیں —

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر مجاری مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

MAU CITY AFZALS

منہ کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

صحیفۂ شفاء

سکون و راحت جس شئے کا نام ہے، وہ موجودہ متمدن دنیا سے بالکل عنقا ہوگئی ہے ہر شخص اقتاں و خیزاں حوادثِ عالم کے تیز دھارے کے ساتھ بہا چلا جا رہا ہے، اور نشہ یا تماشہ کی مدد سے مکروہاتِ دنیوی سے جو عارضی نجات مل جاتی ہے، اس کو بہت غنیمت سمجھتا ہے، ان حالات میں یورپ کا ایک ماہر نفسیات فرطِ یاس و حسرت میں پکار اٹھتا ہے، کہ کوئی ہے، جو دل کی بے قراری، بے اطمینانی و بے انبساطی کا علاج بتا سکے، صحرائے عرب کا ایک اُمّی جواب دیتا ہے کہ میں طبیبِ مطلق کے حکم سے ایک قطعی اور مجرب نسخہ بتاتا ہوں، اگر تمہاری قسمت تمہاری بداعمالیوں کے باعث بالکل ہی سیاہ نہیں ہو چکی ہے، تو تمہیں بھی اس کے استعمال کی توفیق ہوگی، اس نسخہ کا صرف ایک ہی جزء ہے، اور وہ ایک چھوٹا سا پنج حرفی لفظ ہے۔ "ایمان" دلوں میں اطمینان و بے خوفی پیدا کرنے والی، اور قلوب کو اضطراب و تردد سے نجات دلانے والی صرف یہی ایک شئے ہے، شافیِ مطلق کے صحیفۂ شفاء کے تقریباً ہر صفحہ میں اس کا ذکر آتا ہے، کسی مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ" "ہر مصیبت خدا ہی کی طرف سے آتی ہے، اور جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں، وہ ان کے دلوں کو ایسے مواقع پر ٹھکانے پر رکھتا ہے۔) کہیں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ "فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا" (جو لوگ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں انھیں نہ کسی نقصان کا خوف رہ جاتا ہے، نہ کسی کے ظلم کا) ایک مقام پر یہ فرمان صادر ہوا ہے۔ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (تسکین قلوب تو ذکرِ الٰہی سے ہوتی ہے۔)

اس طرح کے ایک دو نہیں بکثرت ارشادات موجود ہیں جن میں ایمان کی دنیوی برکات بیان کی گئی ہیں اور ایمان و ذکرِ الٰہی کو دنیوی فلاح و بہبود، امن و اطمینان کا بہترین نسخہ بتایا گیا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(خطبات ص ۱۶۸)

۱۰ر جولائی ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۲۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیرِ حیات

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۳۶) — شمارہ نمبر (۱۷)

۱۰ر جولائی ۱۹۹۹ء — مطابق — ۲۵ر ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا قاضی معین اللہ ندوی
- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰/ روپے

فی شمارہ ——— ۶/ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک

بیرونی ممالک بحری ڈاک ۳۰ ڈالر

بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پرچہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (مینیجر)

پروفیسر سلطان شاہ حسینی نے بار کوڈ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

درس حدیث

گفتگو اور سوال وجواب کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلیم

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ — ترجمہ:- شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص انداز تعلیم گفتگو اور سوال وجواب تھا، تاکہ اس انداز کے ذریعہ سامعین کو سننے اور سمجھنے کے لئے متوجہ اور ہمہ تن گوش بنا کر بات کو سمجھنے کے لئے مستعد کر دیں، اور ان کے دلوں میں جواب کا شوق پیدا ہو جائے جو ان کی قوت فکریہ کو جواب کے لئے بیدار کر دے تاکہ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب جلد سمجھ میں آجائے، اور دل میں اتر جائے۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا نہیں! اس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا، یہ جواب سن کر آپؐ نے فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، "تم لوگ جانتے ہو! مسلمان کون ہے" ؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں پھر آپؐ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ مؤمن کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا مومن وہ ہے جس سے مومن بندے اپنے جان ومال کے بارے میں مطمئن ومامون ہوں، مہاجر وہ ہے جس نے برائی کو چھوڑ دیا اور اس سے پرہیز کیا"[1]

امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ ہم لوگ تو اسی کو مفلس جانتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا ہماری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن روزہ، نماز، زکوٰۃ لے کر آئے گا، مگر اسی کے ساتھ اس حال میں آئے گا کہ کسی کو برا بھلا کہا ہوگا، کسی کو بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال ناجائز طریقہ سے کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو (اس کا بدلہ چکانے کے لئے) اس کی نیکیوں میں سے، ان لوگوں کو دیا جائے گا (جن کو اس سے نقصان پہونچا) ہے اب اگر ان سب کا حق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، اور پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا"۔

آپؐ نے پہلے ان حضرات سے سوال کیا پھر خود ہی دوبارہ اپنے اس سوال کا جواب واضح فرمایا: یہ طریقہ آپؐ نے ان کے ذہنوں کو بیدار کرنے اور توجہ سے سننے کے لئے اپنایا کہ حقیقی افلاس وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگا۔

مکالمہ اور گفتگو کی سب سے مشہور حدیث تو حدیث جبریل ہے جو ارکان ایمان سکھانے کے سلسلہ میں پیش آئی، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے۔ کہ ایمان کے اہم ارکان حضرت جبریل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے ذریعہ پیش کر دیئے گئے تاکہ ان لوگوں کو دین کی بنیادی باتیں سکھا دی جائیں۔

امام مسلم اور دیگر ائمہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا: "ایک دن ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اسی اثنا میں نہایت سفید پوش اور خوب کالے بالوں والا ایک شخص آیا اس پر سفر کے آثار بھی نہ تھے، نہ ہی ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا تھا وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے دونوں گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا لئے، اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیا، اور کہا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

[1] مجلس میں چونکہ مسلمان اور مومن ہی تھے اس لئے اس مناسبت سے فرمایا: ورنہ ایذاء سے سالم ومحفوظ رہنا عام ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں وارد ہے۔

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	فکر و تشویش کی بات (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	علم صحیح۔ یقین کامل۔	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۷
۴	امت مسلمہ کا عملی کردار	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۲
۵	نبوی تقسیم میں خواتین کا کردار	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۱۶
۶	سلام اسلام	محمد سلمان خاں ندوی	۲۰
۷	سفرنامہ اردن و شام	پروفیسر محمد اجتباء ندوی	۲۳
۸	سوال و جواب	مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۴
۹	آواز کا لمس	پروفیسر وہبی احمد صدیقی	۲۵
۱۰	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
۱۱	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۸
۱۲	اتباعِ علماء اور	مولانا اشرف علی تھانویؒ	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave., Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

فکر و تشویش کی بات

ہمارا آج کا دور سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی کا وہ دور ہے جس نے مسافتوں کو سمیٹ کر پوری دنیا کو ایک گھر فدا بنا دینے کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ و اعلام اور وسائل راحت و آرام کے وہ سامان مہیا کر دیئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ایسے میں تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ دنیا کا ہر ہر فرد سکھ چین کی زندگی گذارتا، دنیا کے کسی کونے میں بھی اگر کچھ لوگ بدحال و پریشان ہیں تو ان کی پریشانی کا فوراً مداوا کیا جاتا کہ دنیا کے تمام انسان ایک ہی ماں باپ آدمؑ و حواؑ کی اولاد اور آپس میں بھائی بھائی ہیں کہ انسانوں کا پیدا کرنے والا اور پورے نظام کائنات کو چلانے والا مالک و خالق خود فرماتا ہے: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِی خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (سورہ نساء۔۱) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ یعنی (اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلکم من آدم و آدم من تراب۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو آدم سے پیدا کیا، اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

مگر یہ کتنی دردناک حقیقت ہے کہ یہ وسائل و ذرائع جو انسانوں کو سکون و چین عطا کرتے، باہمی تعلق و روابط کو بڑھاتے، انسانوں میں الفت و محبت کا جو عنصر ودیعت کیا گیا ہے اس کو بڑھاتے اور انسان کی انسانیت میں چار چاند لگاتے، وہی اس کی پستی اور اخلاقی بگاڑ و فساد، اور باہمی عداوت و عناد کا سبب بنے ہوئے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ وسائل انسان کی ترقی باہمی میل و محبت کا سبب بنتے، ذرائع ابلاغ و اعلام سے اخلاقی تعلیم و تربیت کا کام لیا جاتا، انسان کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا، گھر سے لے کر ماحول و سوسائٹی تک میں پریم و پریت اور اخلاق و محبت کا چلن ہوتا، مگر ہو اس کا الٹا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ذرائع اور وسائل کو انسانیت کی تعلیم و تربیت کے بجائے لہو و لعب، ناچ گانوں، ہیجان پیدا کرنے والی فلموں اور ناولوں میں لگا دیا گیا، جس کے نتیجہ میں ہر طرح اور ہر سطح کی بداخلاقی عام ہوتی چلی گئی، مال و منصب کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نے بھی اپنے جوہر دکھائے، جس کے نتیجہ میں انسان ایک دوسرے کو محبت و پیار کی نظر سے دیکھنے کے بجائے بغض و حسد کی نظر سے دیکھنے لگا، ایک دوسرے کا محسن و بہی خواہ ہونے کے بجائے، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے راستہ پر چل پڑا، یہ کام بھی نچلی سطح سے لے کر اونچی سطح تک اتنا آگے بڑھ گیا کہ ہر طرف خوف و دہشت گردی کا راج ہے، قومیں قوموں سے ٹکرا رہی ہیں، ملک ملکوں سے ٹکرا رہے ہیں، جدھر نظر اٹھائیے بے حیائی و بداخلاقی کا دور دورہ، خون انسان کی ارزانی کا سماں نظر آتا ہے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے تناسب وسائل کی کمی زیادتی کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

مگر ہر عہد اور ہر زمانہ میں ایسے افراد کی بھی اچھی خاصی تعداد رہی ہے جو دنیاوی مفاد و تعیشات سے آنکھیں بند کر کے انسانیت کی تعمیر کے کاموں میں لگے رہے ہیں اور اسی فکر میں شمع کی طرح سے اپنے کو جلایا اور پگھلایا ہے اور ساری خرابیوں کے باوجود ایسے لوگوں کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے بگڑے ہوئے لوگوں نے بھی اگر ان کا سند یش نہیں مانا، اپنا چلن نہیں بدلا تو ان کا ادب و احترام تو ضروری کیا ہے، اپنی نفسانی کمزوری کے باوجود ان کو محبت ہی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کے خلاف کچھ کہنے سننے کو جہاپاپ (گناہ عظیم) سمجھا ہے، اگر کہیں ان کا

سامنا ہوگیا ہے تو ادب سے اپنی نگاہیں نیچی رکھی ہیں، انھوں نے جو پیغام دیا ہے اگر اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے خلاف کوئی آواز بھی نہیں اٹھائی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسانیت کا چراغ برابر جلتا رہا ہے اور سکون و اطمینان تلاش کرنے والوں کو روشنی ملتی رہی ہے، اور انسانیت کی کھیتی بے برگ و بار نہیں ہونے پائی اور دیئے سے دیا جلتا رہا ہے۔

مگر ہمارے موجودہ دور میں بہت فکر و تشویش کی بات یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اب ایسے رشی منی (خدا پرست و انسانیت دوست) لوگوں کو بھی میدان سیاست میں گھسیٹنے اور ان کے کردار کو مجروح کرنے کی کوششیں شروع ہوگئی ہیں جن سے انسانیت کی کھیتی کو پانی پہونچتا ہے، اور اس گئے گذرے دور میں بھی اخلاق و کردار، خودداری و بے نفسی، ایثار و قربانی اور دوسروں کے لئے، ملک و قوم کے لئے جینے اور اپنی زندگی کو شمع کی طرح پگھلانے کے اعلیٰ نمونے سامنے آتے ہیں، جو دوسروں کو انسانیت دوستی کی راہ دکھاتے ہیں یہ ایسی خطرناک صورت ہے جو انسانیت کی قسمت پر مہر لگانے دینے کے مرادف ہے، ملک و قوم کے ہر فرد کو اس بارے میں فکرمند ہونا چاہئے اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

ہزار خرابیوں کے باوجود ابھی یہ خیر موجود ہے کہ لوگوں میں انسانیت کی رمق باقی ہے جب ان کو صحیح غذا اور مناسب دوا ملتی ہے تو ان کے اندر کی دم توڑتی ہوئی انسانیت آنکھیں کھول دیتی ہے اور اس مردہ لاشہ میں بھی انسانیت کی رو دوڑنے لگتی ہے اگر انسانیت کے اس بچے کھچے سرمایہ کو بھی مٹا دیا گیا یا اس کو بے اثر بنا دیا گیا تو پھر ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟ ہم بستی کے کس غار میں جا گریں گے اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

صحافی اور ایڈیٹر حضرات کی ایک کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمایا تھا:

"آج ملکوں اور قوموں کی تقدیریں نوک قلم سے وابستہ ہوگئی ہیں قلم کی ایک غلطی اور اس کے غلط استعمال سے اسی طرح ملک کے ملک تاراج اور بستیوں کی بستیاں بے چراغ ہو جاتی ہیں۔ آپ کو اپنے قلم کی طاقت اور اس کے صحیح اور غلط استعمال کے نتائج کا پورا تجربہ ہے، پہلے کسی کہنے والے نے کہا تھا: "زیر قدمت ہزار جانست" آج تھوڑی ترمیم کے ساتھ آپ سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ۔ زیر قلمت ہزار جانست۔

اگر اخبار نویس اپنے قلم کو احتیاط کے ساتھ استعمال نہ کرے ان سے جذبات کو بھڑکانے نفرت کو بڑھانے، اور انتشار پیدا کرنے کا کام لیں تو کمی و اجتماعی مزاج برہم، غیر معتدل، انتشار پذیر اور غضبناک ہوتا ہے۔ پوری کی پوری قوم اور ملک کی آبادی تنگ مزاج غیر متحمل، اور قوت برداشت سے محروم ہو جاتی ہے وہ روئی کی طرح ایک منٹ میں آگ پکڑ لیتی ہے، اگر صحافت سے شعور کی بیداری، اخلاقی تربیت، حقیقت پسندی اور صبر و ضبط پیدا کرنے کا کام لیا جائے تو قومی مزاج معتدل و متحمل ہوتا ہے اس کو بات سننے، دیکھنے غور کرنے اور حقیقت کو سمجھنے کی عادت پڑتی ہے اور وہ قوم بے اعتدالی اور بے راہ روی کا شکار نہیں ہوتی۔

آپ کے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ کامل رہبر بھی ہو سکتی ہے، اور قاتل رہزن بھی ہو سکتی ہے یہ قلم بعض اوقات قوموں کی عزتوں اور آبروؤں سے کھیلتا ہے اس لئے ہم کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہونا چاہیئے۔"

اگر ہم انسانی برادری کے وفادار ہیں اس کو فائدہ پہنچانا چاہتے، اس کو بنانا اور سنوارنا چاہتے ہیں اور آنے والی نسلوں میں اپنا اچھا چرچا چھوڑنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے قلم سے تعمیر کا کام لینا چاہیئے کہ انسانیت سے سچی محبت کا یہی تقاضا ہے اور ایسے لوگوں کی قدر کرنی چاہیئے جو انسانیت سے پیار کرنے کا گر سکھاتے ہیں۔

ضیائے نبیؐ

مہنر رائے بریلوی

حقیقتاً وہی انسان ہے گدائے نبیؐ
بسائے ہو جو نظر میں نقوشِ پائے نبیؐ
اُدھر سے سنگ کی بارش اِدھر عطائے نبیؐ
اُدھر لہو یہ ہے گالی اِدھر دعائے نبیؐ
بہار دامن صحرا، میں رقص کرنے لگی
جو سرزمین عرب سے چلی ہوائے نبیؐ
بتانِ خانۂ کعبہ کا شور ختم ہوا
بلند ہوگئی دنیا میں جب صدائے نبیؐ
جو فیضیاب نہ ہو اس کی بدنصیبی ہے
ہر ایک سمت ہے پھیلی ہوئی ضیائے نبیؐ
رواں ہیں آج بھی دریائے مغفرت بنکر
ہے چشم مبارک سے اشک ہائے نبیؐ
علاج دردِ دلِ بے قرار ہو جائے
جو ایک بار ہنر دیکھ آئے جائے نبیؐ

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں ہر ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

انمول موتی

علم صحیح، یقین کامل، دل سے نیکی کا تقاضہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

(۱) صحیح علم (۲) اس علم پر یقین (۳) اس علم پر عمل کرنے اور اس یقین کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ اور خواہش، یہ ہے حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی تعلیم کا نچوڑ۔

اب میں بتاتا ہوں کہ وہ صحیح علم کیا ہے جو پیغمبر انسانوں کو دیتے ہیں، وہ علم اس کارگہ دنیا کو کس نے بنایا اور کس لئے بنایا، پیغمبر کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کو کس نے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا، اس کے معلوم کئے بغیر ہمارا ہر قدم غلط ہے ہم کو اس دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں، اس لئے کہ اس زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے چلنا پھرنا، کھانا پینا وہ سب اس عظیم کل کا ایک حقیر جزء ہے، جب تک کہ ہم کو اس کائنات کا مرکز معلوم نہیں اور ہم اس کے مقصد کلی سے اتفاق نہیں رکھتے، ہم کو اس کے اجزاء سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے؟ اس کے بغیر تو روٹی کا ایک ٹکڑا توڑنا حرام ہے، ہم بھی اس کائنات کا ایک حقیر جز ہیں، اور غلہ کا جو دانہ ہم استعمال کرتے ہیں، وہ بھی اس مجموعہ کی ایک بہت حقیر کسر اور ایک ادنیٰ ذرہ ہے، بلکہ ہم جس سیارہ (زمین) پر بس رہے ہیں، وہ بھی اس کائنات کا حقیر ذرہ ہے، ہماری اس زمین کے اس نظام فلکی میں کیا حیثیت ہے؟ اگر آپ کو وہ نسبت معلوم ہو جائے جو آپ کی اس زمین اور سورج کے درمیان ہے یا دوسرے سیاروں اور ثوابت سے ہے تو آپ کو اپنے وجود سے بھی شرم آنے لگے گی اور اپنے عظیم الشان وطن سے بھی، آپ کے اور اس کائنات کے دوسرے جز کے درمیان کس نے ربط پیدا کیا؟ اسی خالق کائنات نے اور اسی مقصد کلی نے! اگر آپ اس خالق کائنات کو نہیں جانتے یا نہیں ملانتے اور اس مقصد کلی سے آپ کو اتفاق نہیں ہے تو آپ کو اس کائنات کے کسی ذرہ یا دوسرے جزء سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر روٹی کا وہ ٹکڑا جو آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ سے سوال کرے کہ میں نے تو اپنے خالق کو پہچان لیا اور اس کے حکم کے مطابق میں نے اپنے مخدوم (انسان) کے لئے اپنے وجود کو قربان کر دیا، لیکن اے انسان! تو نے نہ اپنے خالق کو جانا نہ اس کی بندگی کی، تجھے مجھ سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اسی طرح اس دنیا کی کسی چیز کا استعمال غلط ہے جب تک یہ جان نہ لیا جائے کہ اس کا پیدا کرنے والا کون ہے، اور اس کا مقصد کیا ہے، مگر یہ عجب ٹریجڈی ہے کہ آج دنیا میں تمام کام ہو رہے ہیں، بازار میں چہل پہل ہے، تعلقات قائم ہو رہے ہیں، سواریاں چل رہی ہیں، بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں، مگر کسی کو یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں کہ جس دنیا میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ جب پیغمبر دنیا میں تشریف لائے انسانیت کی گاڑی بے مقصد جا رہی تھی، فلاسفہ، علماء، ادباء، شعراء، فاتحین، حکمرانوں، کاشتکاروں اور تاجروں کو اپنے کاموں سے فرصت نہ تھی، حاکم بھی تھے، اور محکوم بھی تھے، ظالم بھی تھے، اور مظلوم بھی تھے، مگر سب اصل مقصد سے غافل اور اپنے پیدا کرنے والے سے ناواقف، ان چھوٹے چھوٹے باشتی جیسے انسانوں میں ایک بلند قامت انسان آتا ہے، اور جن لوگوں کے ہاتھ میں انسانیت کی باگ ڈور تھی، ان سے سوال کرتا ہے کہ جواب دو کہ تم نے انسانوں پر یہ کیا ظلم کیا ہے کہ ان کو اپنے مالک اور اس دنیا کے بادشاہ سے ہٹا کر اپنا غلام بنا لیا ہے، تم کو کیا حق تھا کہ نابالغ انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر تم نے اس کو غلط راستہ پر ڈال دیا ہے، اے ظالم ڈرائیور تو نے مسافروں سے پوچھے بغیر زندگی کی گاڑی کس طرف چلانی شروع کر دی، وہ زندگی کے قلب و ضمیر میں کھڑے ہو کر انسانیت کو خطاب کرتا ہے، اور اس کو پکارتا ہے، اس کے سوال کو ٹالا نہیں جا سکتا، اس کی دعوت اور اس کی پکار پر دو گروہ ہو جاتے ہیں، ایک اس کی بات مانتا ہے، ایک انکار کرتا ہے، دنیا کو ان دونوں راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

پیغمبر کبھی نہیں کہتے کہ ہم قدرت کے راز ہائے سربستہ کا انکشاف کرنے آئے ہیں، ہم طبعی طاقتوں کو مسخر کرنے آئے ہیں، ہم کچھ نئی ایجادیں کریں گے، وہ جغرافیہ و معدنیات میں مہارت کا دعویٰ نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا کے بنانے والے اور اس کی ذات و صفات کا صحیح علم عطا کرتے ہیں جو ہم کو اس دنیا کے مالک نے اور انسان کے خالق نے عطا کیا ہے، اور اب ہمارے ہی ذریعہ

سے وہ دوسروں کو مل سکتا ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ اس دنیا کا نیاز مولا ایک ہے، اور اسی کی مرضی و حکمت سے یہ دنیا چل رہی ہے، وہ بلا شرکت غیرے اس کو چلا رہا ہے، یہ دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی اور نہ بے مقصد چل رہی ہے، اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہوگی جس میں اس پہلی زندگی کا حساب دینا ہوگا، وہاں اچھے اعمال کا انعام ملے گا، برے اعمال کی سزا ملے گی، قانون لانے والے اور خدا کا منشا بتلانے والے پیغمبر ہیں، جو ہر ملک اور ہر قوم میں آئے اور خدا کا پیغام لائے، خدا کا راستہ ان کے بغیر طے نہیں ہو سکتا یہ وہ باتیں ہیں، جن پر تمام پیغمبر متفق ہیں، ان میں کسی کا اختلاف نہیں، فلاسفہ و حکما میں سخت اختلاف ہے، ان میں سے دو بھی کسی ایک بات پر متفق نہیں لیکن یہاں کسی ایک بات پر بھی دو پیغمبروں میں اختلاف نہیں۔

لیکن علم کے لئے یقین ضروری نہیں، آج ہماری معلومات کتنی زیادہ ہیں، مگر ہمارا یقین کتنا کم ہے، علم ہمیشہ یقین پیدا نہیں کرتا، قدیم زمانے کے فلاسفہ میں سے بہت سے یقین سے محروم تھے، اور شک کے مریض، آج بھی ان کا علم یقین پیدا کرنے کے بجائے الٹا شک پیدا کرتا ہے، آج بھی بڑے بڑے صاحب علم یقین کو ترستے ہیں، انبیا علیہم السلام تنہا صحیح علم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ اس پر یقین بھی عطا کرتے تھے، علم بڑی دولت ہے، مگر اس پر یقین اس سے بڑی دولت ہے، علم بغیر یقین کے زبان کی ورزش ہے، دماغ کا تعیش اور دل کا نفاق، پیغمبروں نے اپنے ماننے والوں کو صحیح علم عطا کیا اور مضبوط یقین، انھوں نے جو کچھ جانا اس کو مانا پھر اپنے کو اس پر قربان کر دیا، ان کے دماغ اس علم سے روشن ہوئے اور ان کے دل اس یقین سے طاقتور، ان کے یقین کے قصے تاریخ میں پڑھئے، ان کے یقین کے نتائج اپنی گرد و پیش کی دنیا میں دیکھئے۔

آج اگر یقین ہوتا تو بد اخلاقی کیوں ہوتی؟ ظلم کیوں پھیلتا؟ رشوت کا بازار کیوں گرم ہوتا؟ کیا یہ تمام خرابیاں اس لئے ہیں کہ علم نہیں، لوگوں کو معلوم نہیں کہ چوری جرم ہے؟ رشوت حرام ہے، گرہ کٹی بد اخلاقی ہے، یہ کون کہہ سکتا ہے؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جہاں علم زیادہ ہے، وہاں خرابیاں بھی زیادہ ہیں، جو لوگ رشوت کی برائی پر کتاب لکھ سکتے ہیں، اور اس کی تاریخ مرتب کر سکتے ہیں، وہ زیادہ رشوت لیتے ہیں، گرہ کٹوں کو دیکھئے ان میں سے بہت سے ایسے ملیں گے جو گرہ کٹی کے الزام میں کئی کئی بار سزا بھگتے ہوئے ہوتے ہیں، کیا ان سے زیادہ کوئی گرہ کٹی کے انجام اور سزا سے واقف ہوگا، اگر صرف علم کافی ہوتا تو چوری کی سزا کے بعد چوری چھٹ جاتی اور ایک بار جرم کرنے کے بعد اور سزا بھگتنے کے بعد کوئی دوبارہ جرم نہ کرتا لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے، معلوم ہوا علم تنہا کافی نہیں۔

پھر علم ضروری اور یقین ضروری، مگر اس کی کیا ضمانت کہ اس پر عمل کا تقاضا بھی پیدا ہوگا، بہت سے لوگ جانتے بھی ہیں اور یقین بھی رکھتے ہیں کہ شراب بری چیز ہے، اس کے نقصانات کا تجربہ بھی ہے، یقین بھی، مگر پیتے ہیں، آپ کے شہر میں بہت ڈاکٹر حکیم ہوں گے جو بد پرہیزی کرتے ہیں، ان کو یقین ہوتا ہے کہ بد پرہیزی خطرناک ہے مگر وہ بد پرہیزی کر گزرتے ہیں، بات یہ ہے کہ عمل کا تقاضا نہیں ہوتا اور ان کے اندر پرہیز کی خواہش اور بد پرہیزی سے نفرت نہیں ہوتی، بلکہ بد پرہیزی کی خواہش ہوتی ہے، اور وہ اس خواہش کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

انبیا کرام علم و یقین کے ساتھ تیسری طاقت بھی عطا کرتے ہیں، یعنی اپنے علم و یقین پر عمل کرنے کی رغبت اور اپنی غلط خواہشات کا مقابلہ کرنے کی طاقت، اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم و یقین سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، ان کا ضمیر ان کی نگرانی کرتا ہے، اور غلط کام کرنے کے وقت ان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔

ہر پیغمبر نے یہ تینوں دولتیں اپنے اپنے زمانہ والوں اور اپنی اپنی امتوں کو عطا کیں اور ان کی بدولت لاکھوں انسانوں کی زندگی بن گئی اور زندگی کی چول اپنی جگہ پر آ گئی، انسانیت پر حقیقی احسان انھیں پیغمبروں کا ہے، اللہ کا درود و سلام ہو ان پر کہ انھوں نے انسانیت کی دستگیری کی اور اس کو عین وقت پر ہلاکت سے بچا لیا۔

لیکن رفتہ رفتہ یہ دولتیں دنیا سے ناپید ہونے لگیں، علم صحیح گم ہو گیا، یقین کا چراغ بجھ گیا، نیک عمل کی خواہش مردہ ہو گئی، چھٹی صدی مسیحی آئی تو یہ تینوں دولتیں اتنی نایاب ہو چکی تھیں کہ ان کا سراغ لگانا مشکل تھا، پورے پورے ملک اور پورے پورے براعظم میں ڈھونڈھ سے بھی ایک اللہ کا بندہ نہ ملتا جو علم صحیح اور ایمان قوی کی دولت سے مالا مال ہو، انبیا کا لایا ہوا دین اور پھیلا ہوا یقین سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ بن گیا تھا، خشک و بے عملی کی ظلمتوں میں علم و یقین کا یہ نور اس طرح کہیں کہیں چمکتا تھا، جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتے ہیں، اہل یقین کا ایسا قحط تھا کہ ایران کا ایک نوجوان سلمان فارسی یقین اور حسن عمل کی تلاش میں نکلتا ہے تو ایران سے شام اور وہاں سے حجاز پہونچ جاتا ہے، اور ان تین ملکوں میں اس کو صرف چار صاحب یقین ملتے ہیں۔

اس گھٹا ٹوپ اندھیرے اور اس عالمگیر

ظلمت میں خدا کا آخری پیغمبر آتا ہے، وہ ان تینوں دولتوں کو تناسب عام کر دیتا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی عام نہیں ہوئی تھیں، جو دولت کسی کسی سینہ اور کسی کسی سفینہ میں تھی، جو گھروں سے نکل کر محلوں میں بھی اور محلوں سے نکل کر شہروں میں بھی نہیں پھیلی تھی، وہ گھر گھر عام ہو جاتی ہے اور مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جاتی ہے۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

وہ ان تینوں حقیقتوں کی تلقین ہی نہیں کرتا، ان کا صور پھونک دیتا ہے، دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی کان والا ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ اس نے اس صور کی آواز نہیں سنی اور جس نے نہیں سنی اس کے کان کا قصور ہے، اس کے اعلان کا قصور نہیں، آج دنیا کا کون سا گوشہ ہے جہاں "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اور "اشھد ان محمداً رسول اللہ" کا ترانہ سننے میں نہیں آتا، جب دنیا کی تمام آوازیں تھک کر سو جاتی ہیں، جب جیتے جاگتے شہر پر موت کی سی نیند طاری ہو جاتی ہے، جب زبانوں پر قفل پڑ جاتے ہیں، اس وقت بھی کانوں میں یہی صدا آتی ہے کہ "خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ، اللہ کے پیغمبر ہیں"۔

آج ریڈیو کے ذریعہ دنیا کے کونہ کونہ میں آواز پہونچتی ہے اور گھر گھر پیغام پہونچ جاتا ہے، لیکن کیا کسی ریڈیو نے خواہ وہ امریکہ کا ہو، خواہ برطانیہ عظمیٰ کا، کسی حقیقت کو کسی علم کو اس طرح دنیا میں عام کیا ہے، جس طرح یہ علم عام ہوا ہے، جس کی صدا عرب کے نبی امی نے کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر لگائی تھی؟

انسان کبھی ترنگ میں آتا ہے اور طفلانہ معصومیت کے ساتھ اپنے مالک سے کچھ کہنے لگتا ہے ایسی ہی ترنگ میں اقبال نے انسانوں کی طرف سے اپنے مالک کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد
اگر آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام عرض کرے تو کیا بیجا ہے کہ خدایا تیری خدائی برحق! تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالق اور اس ساری دنیا کا خالق و مالک اور ہر شے پر قادر ہے! لیکن کیا تیرے بندوں اور تیری مخلوقات میں سے کسی نے تیرا نام اس طرح پھیلایا اور دنیا کے کونہ کونہ میں پہونچایا جس طرح بندے اور پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ یہ کوئی بے ادبی اور سرکشی نہیں، اس میں بھی تعریف اسی خدا کی ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیغمبر بھیجا اور ان کو اپنا نام پھیلانے اور اپنا دین چمکانے کی یہ طاقت اور توفیق عطا فرمائی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں جب اپنی ۱۴-۱۵ سال کی کمائی اللہ کے دین کی مدد کے لئے سامنے رکھ دی اور ۳۱۳ کو ایک ہزار کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیا تو زمین پر سر رکھ کر اپنے مالک سے یہی کہا تھا کہ "اے اللہ اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو آج ہلاک کر دینے کا فیصلہ فرماتا ہے تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو سکے گی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی جو صدا لگائی تھی، اس سے دنیا کا کوئی مذہب، کوئی فلسفہ اور کوئی دماغ غیر متاثر نہیں رہا، جب سے دنیا نے سنا کہ انسان کے لئے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنا ذلت اور عار ہے، خدا نے فرشتوں کو آدم کے سامنے اس لئے جھکایا تاکہ سب سجدے اس کی اولاد پر حرام ہو جائیں، وہ سمجھے کہ جب اس کارخانۂ قدرت کے کارندے ہمارے سامنے جھکا دیئے گئے تو ہم کو اس دنیا کی کسی چیز کے سامنے جھکنا کب زیب دیتا ہے، جب سے دنیا نے توحید کی یہ حقیقت اور انسان نے اپنی یہ حیثیت سنی، اس وقت سے شرک خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو گیا اس کو احساس کمتری نے گھیر لیا، آپ کو بعثت محمدی کے بعد اس کے لہجہ میں فرق محسوس ہوگا، اب وہ اپنے عمل پر نازاں نہیں، وہ اس کی تاویل اور فلسفانہ تعبیر کرتا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ توحید کی آواز نے دل میں گھر کر لیا ہے۔

پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم و یقین کے ساتھ وہ طاقت بھی پیدا کر کے دکھا دی جس میں ہزار پولیس، سیکڑوں عدالتوں اور بیسیوں حکومتوں سے زیادہ طاقت ہے، یعنی ضمیر کی طاقت، نیکی کی رغبت، گناہ سے نفرت اور نفس کا خود احتساب۔

یہ اسی طاقت کا کرشمہ تھا کہ ایک صحابی جن سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے، وہ بیتاب ہو جاتے ہیں، ضمیر چٹکیاں لینے لگتا ہے اور وہ حضورؐ کی خدمت میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، حضورؐ! مجھ کو پاک کر دیجئے، آپ رجم اور پھیر لیتے ہیں، وہ اسی طرف آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ دوسری طرف رخ کر لیتے ہیں، وہ اس طرف آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ تفتیش کرواتے ہیں کہ ان کی دماغی حالت خراب تو نہیں، جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح الدماغ آدمی ہیں، تو آپ ان کو سزا دلواتے ہیں، کس چیز نے ان کو سزا پر آمادہ کیا اور کون سی چیز ان کو خود کھینچ کر لائی؟

آگے چلئے غامدیہ ایک ان پڑھ عورت تھیں کسی دیہات کی رہنے والی، وہ ایک بار بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، نہ کوئی دیکھنے والا تھا نہ سننے والا، مگر ان کے دل میں ایک پھانس

تھی، جو ان کو چین نہ لینے دیتی تھی، ان کو کھلنے پینے میں مزا نہ آتا تھا، وہ کھانا کھاتیں تو ان کا دل کہتا کہ تم ناپاک ہو، پانی پیتیں تو دل کہتا کہ تم ناپاک ہو، ناپاک کا کیا کھانا کیا پینا؟ تمہیں پہلے پاک ہونا چاہئے، اس گناہ کی پاکی سزا کے بغیر ممکن نہیں، وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں، اور تقاضا کرتی ہیں کہ ان کو پاک کر دیا جائے اور اس پر اصرار کرتی ہیں، یہ معلوم کر کے کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس بچہ کا کیا قصور ہے، اس کی جان تمہارے ساتھ کیوں جائے، جب یہ ہو جائے تب آنا، خیال کیجئے ان کو ضرور اس میں کچھ عرصہ لگا ہوگا، کیا انھوں نے کھایا پیا نہ ہوگا، کیا زندگی نے خود ان سے تقاضا نہ کیا ہوگا، کیا خود کھانے پینے کی لذت نے زندگی کی رغبت نہ پیدا کی ہوگی اور ان کو یہ نہ سمجھایا ہوگا کہ اب وہ حضورؐ کے پاس جانے کا ارادہ فسخ کر دیں، مگر وہ اللہ کی بندی بکی رہی اور کچھ عرصہ کے بعد بچہ کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ حضورؐ میں اس سے فارغ ہوگئی، اب میری طہارت میں کیوں دیر ہو؟ فرمایا نہیں نہیں! ابھی اس کو دودھ پلاؤ، جب دو دھ چھوڑ دے تب آنا، آپ کو معلوم ہے کہ اس کو دو برس تو ضرور لگے ہوں گے، یہ دو برس کیسی آزمائش کے تھے، نہ پولیس تھی، نہ نگرانی، نہ مجلکہ نہ ضمانت، کتنے خیال اس کو آئے ہوں گے، بچہ کی معصوم صورت اس کو جینے کی دعوت دیتی ہوگی، اس کی مسکراہٹ زندگی کی خواہش پیدا کرتی ہوگی، اور بچہ اپنی زبان بے زبانی سے کہتا ہوگا کہ ماں میں تو تیری ہی گود میں پلوں گا اور تیری انگلی پکڑ کر چلوں گا! مگر اس کا ضمیر کہتا تھا، نہیں تیری ماں ناپاک ہے، اس کوب سے پہلے پاک ہونا ہے، دل کا یقین کہتا تھا کہ احکم الحاکمین کے یہاں جانا ہے، وہاں کی سزا سخت ہے، وہ پھر حاضر ہوئی، روٹی کا ٹکڑا بچہ کے منہ میں ہے، اور کہتی ہے، یا رسول اللہ! دیکھئے اس کا دودھ بھی چھوٹ گیا اور وہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا ہے، اب میری پاکی میں کیا دیر ہے؟ آخر خدا کی اس سچی اور پکی بندی کو سزا دی جاتی ہے، اور حضورؐ خوشنودی کا پروانہ عطا کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اس اکیلی کی توبہ اگر سارے مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے لئے کافی ہو، رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔

میں پوچھتا ہوں کہ وہ کیا چیز تھی، جو بغیر ہتھکڑی بیڑی کے، بغیر مچلکہ وضمانت کے، بغیر پولیس کے اس کو کھینچ کر لاتی ہے، اور سزا کے لئے اصرار کرواتی ہے، آج ہزار ہا پڑھے لکھے، قابل فاضل مرد اور عورتیں ہیں، جن کا علم اور نقصانات کا یقین ان کو غلط کام سے باز نہیں رکھ سکتا اور اچھے کام پر آمادہ نہیں کر سکتا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہی تینوں انمول موتی عطا کئے، علم صحیح یقین کامل اور نیکی کا تقاضائے قلبی، دنیا کو نہ اس سے زیادہ قیمتی سرمایہ ملا، نہ کسی نے اس پر آپ سے بڑھ کر احسان کیا۔

دنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہئے کہ ہماری نوع انسان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپؐ نہ آتے تو دنیا کا نقشہ کیا ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت وعظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ سے اس دنیا کی رونق اور نوع انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں، وہ پوری انسانیت کا سرمایۂ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر ومسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے جس میں محمد رسول اللہ جیسا انسان کامل پیدا ہوا۔

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے، جس پر آپ کا براہ راست یا بالواسطہ احسان نہیں، کیا مردوں پر آپ کا احسان نہیں؟ کہ آپ نے ان کو مردانگی اور آدمیت کی تعلیم دی، کیا عورتوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق تبلائے اور ان کے لئے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں، آپؐ نے فرمایا کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" کیا کمزوروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی اور فرمایا کہ "مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں" خدا کہتا ہے کہ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں" کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق وفرائض بھی تبلائے اور حدود بھی بتلائے اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سنائی کہ بادشاہ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا، کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی اور خود تجارت کر کے اس گروہ کی عزت بڑھائی، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں، اور راست گفتار اور دیانتدار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے، کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو، کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے، اور جس میں احساس وزندگی ہے، اس کو آرام پہونچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے "فی کل ذات کبد حرّی صدقۃ" کیا ساری انسانی برادری پر آپ کا احسان نہیں کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ شہادت دیتے تھے کہ خدایا تیرے سب

بندے بھائی بھائی ہیں" اناشھید ان العباد کلھم اخوۃ "کیا ساری دنیا پر آپ کا احسان نہیں کہ سب سے پہلے دنیا نے آپ ہی کی زبان سے سنا کہ خدا کسی ملک، قوم، نسل وبرادری کا نہیں سارے جہانوں اور دنیا کے سب انسانوں کا ہے جس دنیا میں آریوں کا خدا، یہودیوں کا خدا، مصریوں کا خدا، ایرانیوں کا خدا کہا جاتا تھا، وہاں "الحمد للہ رب العالمین" کی حقیقت کا اعلان ہوا اور اس کو نماز کا جز بنا دیا گیا۔

ہماری آپ کی دنیا میں حکماء وفلاسفہ بھی آئے، ادباء وشعراء بھی، فاتح وکشور کشا بھی، سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی، موجدین ومکتشفین (سائنٹسٹ) بھی، مگر کس کے آنے سے دنیا میں وہ بہار آئی جو پیغمبروں کے آنے سے، پھر سب سے آخر سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے آئی، کون اپنے ساتھ وہ شادابی وہ برکتیں، وہ رحمتیں نوع انسانی کے لئے، وہ دولتیں اور انسانیت کے لئے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، چودہ سو برس کی انسانی تاریخ پورے وثوق کے ساتھ آپ کو خطاب کر کے کہتی ہے ؎

سرسبز رہو جو ترا پائمال ہو
ٹھیرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
NOTE BOOK
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:-
مکتبہ الحرمین مسجد مرکزوالی ڈاکٹر بی این ورما روڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۱۰ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶ ، —

معروف داعیِ اسلام شیخ علی طنطاوی اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے

عالم اسلام کے عظیم داعی اور ادیب شہیر شیخ علی طنطاوی ۱۹ر جون ۱۹۹۹ء مطابق ۵ ر ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ نے اپنی علمی، ادبی، فقہی، تہذیبی اور تحقیقی، فہم وبصیرت اور عالمانہ بلاغت وفصاحت کے ساتھ دعوت اسلامی کا بڑا کام کیا۔ ان کے قلم سے پاکیزہ علم وادب اور تحقیق ومعرفت کا جمال ٹپکتا ہوا نظر آتا تھا۔

اہل علم وادب اور صاحبان معرفت حضرات ان کے عالمانہ منصب کا بڑا احترام کرتے تھے شیخ طنطاوی کے سانحہ وفات سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے بھی ذمہ داران نے اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی، علمی، ادبی اور دعوتی خدمات کا اعتراف کیا۔

شیخ علی طنطاوی کو حضرت مولانا مدظلہ اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے غیر معمولی عقیدت ومحبت تھی، انھوں نے حضرت مولانا مدظلہ کی کئی کتابوں پر عقیدت ومحبت میں ڈوب کر موثر مقدمے بھی تحریر فرمائے۔

شیخ کے انتقال سے دینی ودعوتی میدان میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ کے درجات بلند فرما کر انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

• • • •

ڈاکٹر سید عبد الحفیظ سلفی کا انتقال ہوگیا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ سے نیاز مندانہ تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سید عبد الحفیظ صاحب سلفی ۸ر جون ۱۹۹۹ء کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ ملی، سماجی، تعلیمی خدمت میں گذارا وہ ایک طبیب حاذق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دردمند انسان بھی تھے۔ انھوں نے مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی بنیاد ڈالی، بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے سلفیہ جونیئر اسکول قائم کیا۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ملت کالج کی بنیاد ڈالنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ سلفیہ دربھنگہ کے صدر۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے ممبر، آل انڈیا جماعت اہل حدیث کے صدر، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ممبر بھی تھے۔

ڈاکٹر صاحب ایک دور اندیش، مخلص، باہمت اور تعمیری ذہن رکھنے والے فرد تھے۔ قوم وملک کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، اور دینی وعلمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ ادارہ تعمیر حیات، پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

امتِ مسلمہ کا عملی کردار

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اس امت کا عملی کردار

امت اسلامیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقام وسطیت یعنی اعتدال عظمت وکمال کا مقام عطا کیا گیا ہے اپنے اس مقام کی بنا پر وہ انسانی زندگی کے تمام تعمیری ومفید پہلوؤں میں امتیاز اور قائدانہ کارکردگی کی ذمہ دار بنائی گئی ہے، اور اس پر ذمہ داری بحیثیت جماعت وامت کے ڈالی گئی ہے، اس ذمہ داری کے ہر ہر پہلو میں قائدانہ کردار کی انجام دہی امت کے ہر ہر فرد پر لازم نہیں کی گئی ہے، کیونکہ عملی زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے کہ مختلف افراد کے مابین صلاحیت کار اور طاقت عمل کا فرق ملحوظ رکھے بغیر ہر عظیم کام ہر فرد سے لیا جائے، لیکن اگر امت کے افراد کی ایک معتدبہ تعداد امت پر عائد ذمہ داری کو اپنی اپنی صلاحیت کار کے فرق سے ادا کرتی ہے تو یہ پوری امت کی طرف سے اس پر عائد شدہ فرض کی ادائیگی شمار ہوتی ہے، اور اس طرح امت پر عائد فریضہ انجام پا جاتا ہے، اس کی اجازت قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے کہ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (تم لوگوں میں سے ایک امت یعنی افراد کا ایک مجموعہ ایسا ہونا چاہئے جو اچھی بات کی طرف بلاتا ہو، اور بھلائی ونیکی کی ہدایت کرتا ہو اور برائی سے منع کرتا ہو) لیکن اگر اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے امت کے معتدبہ افراد بھی نہ اٹھیں تو پوری امت خطاکار قرار پائے گی اور ادائیگی فرض میں کوتاہی پر جوابدہ اور ماخوذ ہوگی۔

امت اسلامیہ کے امت وسط ہونے کا عملی اظہار ایک اس کے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کی ذمہ داری پوری کرنے سے ہوتا ہے جو اس کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کے عظیم اور باکمال ہونے کی علامت انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اس کے کمال کا اظہار اور قائدانہ کردار کی انجام دہی میں نظر آتی ہے، جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اس امت کے مختلف طبقات نے انجام دیا ہے۔

چنانچہ ہم اس امت وسط کے ان افراد کی تاریخ پر جب نظر ڈالتے ہیں جنھوں نے مختلف پہلوؤں میں الگ الگ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے کو مفوضہ داریوں میں لگایا، اور اپنی اپنی جگہ پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا، تو ہم کو ان کے کارنامے، ان کے اختیار کردہ دائرۂ عمل میں نمایاں اور تاریخ ساز نظر آتے ہیں، خواہ وہ اپنی دینی واخلاقی دعوت ورہنمائی کا ہو، یا علم ودانش کی ترقی واشاعت کا ہو، خواہ خدمت خلق اور اصلاح اخلاق کا یا حکومت وسیاست کے کام کا سب دائروں میں اس امت کی عظیم شخصیتیں نظر آتی ہیں اور ان کے وسیع اور دور رس کام تاریخ میں ثبت ملتے ہیں، انہی کے نتیجہ میں انسانیت کی کشتی باوجود بہت سے انسانوں کے تخریبی کاموں کے تلاطم میں ڈوبنے سے محفوظ رہی۔

امت اسلامیہ کے آغاز کے وقت دنیا کی حالت زار

اس امت کے آغاز اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا کا بہت برا حال تھا، دنیا بگاڑ کے اس مرحلے میں پہونچ چکی تھی کہ اس کے نتیجہ میں انسانیت کی عظیم تباہی کا امکان پیدا ہوگیا تھا، انسانوں میں اپنی خواہشات وذاتی اغراض کے لئے ایسی تخریب پسندی وشر انگیزی پیدا ہوگئی تھی جو جانوروں کے ریوڑوں میں بھی کم ہوتی ہے، جس میں ایک طاقت ور وصاحب ثروت انسان دوسرے کمزور غریب انسان کو جانور سے بدتر سمجھتا تھا، عزت وبے عزتی کا معیار رنگ وخاندان اور دولت وحکومت سے بنتا تھا، نیکی وبدی کا معیار بھی طاقت ودولت کمزوری اور غربت کے اعتبار سے ہوتا تھا۔

مساوات انسانی کا پہلا اعلان اور اس کا اجراء

ان حالات میں خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور انسانوں کی مدد، انسانی مساوات، اور انصاف کی تلقین کا کام انجام دیا آپ نے لاکھوں کے مجمع میں عرفات میں اعلان فرمایا:

"کلکم من آدم وآدم من تراب لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی اسود، ولا لأسود علی أحمر الا بالتقویٰ" (کہ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے، کسی عرب نسل کے آدمی کو کسی عجم کی نسل کے آدمی پر فضیلت نہیں، اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی سرخ کو کسی سیاہ پر، اور نہ کسی سیاہ کو کسی سرخ پر، فضیلت صرف نیکی اور اچھائی کی بنیاد پر ہوگی) اور اعلان فرمایا کہ آج کا یہ قابل احترام مہینہ اور یہ قابل احترام شہر ہے، جس طرح ان کا احترام اور تقدس ہے، اس طرح تم میں سے ہر ایک کی جان، اور ہر ایک کا مال اور ہر ایک کی عزت دوسرے کے لئے قابل احترام اور قابل عزت ہے، یہ اعلان انسان کے انسانی حقوق اور انسانوں کی آپس کی مساوات کا پہلا زبردست اعلان تھا، جو دنیا نے اس وقت تک اس تاکید اور قوت کے ساتھ نہیں سنا تھا، اب اس کے تیرہ سو سال (چودہ سو سال) بعد بیسویں صدی میں اقوام متحدہ نے اپنے چارٹر میں انسانی حقوق کا جو اعلان کیا، وہ زیادہ سے زیادہ اس کی بازگشت کہا جاسکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان صرف اعلان ہی نہ تھا، بلکہ اپنے ماننے والوں کے لئے حکم تھا، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے طرز عمل سے کر کے دکھایا، اور اپنے ماننے والوں کو اسی پر چلایا، چنانچہ جن کو اپنا ساتھی اور رفیق کار بنایا، ان میں عالی خاندان عرب اور معمولی حیثیت رکھنے والے اہل وطن بھی تھے، ان ہی کے ساتھ دوسری قوموں کے کالے گورے اور مختلف نسل کے افراد بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ مساویانہ معاملہ رکھا، ان میں سفید نسل رومیوں کے فرد صہیب رضؓ رومی، عجمی ایرانی نسل کے فرد حضرت سلمان فارسیؓ، کالے حبشیوں کے فرد حضرت بلال حبشیؓ اور عربوں کے مختلف طبقات کے افراد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف رفقاء کار ہی نہیں بنایا، بلکہ مقرب اور عزیز ساتھی کا مقام بھی دیا، اور آپ کا معاملہ باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے سربراہ تھے، سب کے ساتھ برابری کا اور بالکل

بھائیوں جیسا اور انتہائی خوش اخلاقی کا تھا۔

غلاموں کے ساتھ مساوات

صرف ان ہی کے ساتھ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ غلاموں کے ساتھ بھی بھائیوں جیسا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے زید بن حارثہ بطور غلام ملے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے بیٹے کی طرح معاملہ کیا، اور متبنیٰ کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھا، حتیٰ کہ ان کے والد جب تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ اپنے بیٹے کو لے جاسکتے ہیں۔

لیکن ان کے بیٹے نے غلامی کی شہرت کے باوجود یہ کہا کہ یہاں ان کو زیادہ آرام اور شفقت حاصل ہے، اور جانے کے لئے تیار نہ ہوئے، آپؐ نے ان کے ساتھ برابری کا مزید یہ سلوک کیا کہ اپنی ایک عزیزہ کو ان کی زوجیت میں دیدیا، اس طرح سے گویا ان کو اپنے خاندان کا جز بنالیا، آپؐ کی عزیزہ کو جب آپؐ کے یہ آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اپنی زوجیت میں قائم نہ رکھ سکے اور طلاق دیدی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیزہ کی جو اس میں بے توقیری ہوئی اس پر آپؐ نے زید بن حارثہؓ سے کوئی شکوہ نہ کیا، البتہ آپؐ نے اپنی عزیزہ کی دلداری کے لئے ان کو اپنی زوجیت کی عزت عطا فرمادی، یہ وہ برابری اور مساوات کی مثال ہے جس کو تاریخ انسانی پیش نہیں کرسکتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی راہ پر اپنے رفقاء کار اور متبعین کو بھی چلایا، چنانچہ صحابہ کرامؓ میں بھی اس سے ملتی جلتی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال گذشتہ باب (مضمون) میں گذر چکی ہے کہ وہ وسیع الاطراف اور برسر اقتدار امت اسلامیہ کے حاکم کی حیثیت سے جب بیت المقدس گئے تو وہ اپنے غلام جن کو وہ معاونت کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تھے، ان کے ساتھ راستہ میں بالکل برابری کا سلوک کیا، اور جب شہر میں داخل ہونے تھے تو ان کے غلام سواری پر تھے، اور خود پیدل کہ دونوں باری باری سواری پر بیٹھتے آئے تھے، اتفاق سے بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت خادم کی باری تھی، تو اس کی پرواہ کئے بغیر لوگ کیا کہیں گے ان کو سواری پر بٹھائے رکھا اور خود پیدل رہے۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ بعد کی مسلمان حکومتوں میں بھی غلاموں کے ساتھ ایسا اعلیٰ سلوک کرنے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جن میں یہ مثال قابل ذکر ہے کہ اگر غلام سربراہ بن گیا ہے تو سب نے اس کو حاکم تسلیم کرلیا اور اس کو اپنا بادشاہ سمجھا، اس کی مثالیں شام ومصر کی حکومتوں میں اور ہندوستان کی مسلم حکومتوں میں ملتی ہیں۔

اسلام میں غلامی کی حیثیت

رہا غلاموں کو غلام باقی رکھنے کا مسئلہ تو جنگی مصلحت سے گزشتہ زمانہ میں غلام بنانے کا جو رواج تھا۔ وہ اسلامی حکومت کو بھی اپنے کو مصیبت وخطرہ سے بچانے کے لئے باقی رکھنا پڑا تھا لیکن نبی آخر الزماں نے ایک تو غلام بنانے کے طریقوں کو محدود اور صرف جنگ کی مصلحت کے ساتھ مربوط کیا، دوسرے غلاموں کے ساتھ مساوی طرز عمل اپنانے کی تاکید کرتے ہوئے مختلف طریقوں سے انھیں آزاد کئے جانے کی بھی متعدد شکلیں مقرر فرمائیں، مثلاً رضائے الٰہی کی طلب کے لئے، اور بعض گناہوں کی تلافی کے لئے کفارہ کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا طریقہ مقرر فرمایا، پھر مزید یہ طریقہ بھی طے فرمایا کہ غلام فدیہ دے کر اپنے کو آزاد کرا سکتا ہے۔ ان صورتوں کے بعد بھی جو

غلام رہ جاتے ان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی، حدیہ ہے کہ اپنی وفات کے وقت آخری وصیت میں بار بار جو دو باتیں فرمائیں، ان میں ایک نماز کی تاکید اور دوسرے غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین تھی، اس لئے مسلمانوں کی سوسائٹی میں غلاموں کو اجرت پر مقرر کئے ہوئے کارکن اور ایک خادم مددگار شخص سے کم درجہ نہیں دیا جاتا تھا، نیز ان کے آزاد ہونے کی صورتیں برابر پیدا ہوتی رہتی تھیں۔

انصاف اور مظلوم کی مدد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات حقوق انسانی کی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ یہ مثال سامنے آئی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک شامی بادشاہ جبلہ بن ایہم مسلمان ہو کر حج کے لئے آیا اور حج کے مجمع میں ایک غریب مسلمان کا پیر اس کی گھسیٹی ہوئی چادر پر پڑ گیا جس سے اس کو دھکا لگا، اس نے اپنی ذلت محسوس کر کے اس کے طمانچہ مار دیا، اس غریب شخص نے حاکم کے یہاں شکایت کی، حاکم جو حضرت عمرؓ تھے، انھوں نے اس کو انتقام لینے کا حق دیا، اس پر بادشاہ نے کہا کہ یہ چھوٹا آدمی کیا انتقام میں میرے طمانچہ مارے گا؟ لیکن جب اس نے دیکھا کہ حکم یہی ہے تو اپنی بے عزتی محسوس کرتے ہوئے حج چھوڑ کے رات ہی رات چلا گیا۔ اور اسلام ترک کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے باوجود اپنا فیصلہ نہیں بدلا اور کہا دونوں برابر ہیں، اس لئے برابری ہی کا معاملہ کرنا ہوگا، اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ وہ مسلمانوں سے برگشتہ ہو کر اپنے سابقہ مذہب میں چلا گیا۔

ایک دوسرے واقعہ میں مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے نے ایک مصری کو گھوڑ دوڑ کے موقع پر طمانچہ مار دیا اور کہا کہ یہ ایک سردار کا ہاتھ ہے، حضرت عمرؓ نے اس حاکم کے لڑکے کو مع حاکم کے اپنے دارالخلافہ طلب کیا وہ سفر کر کے مدینہ آئے، مصری شہری کو بھی طلب کیا اور کہا کہ تم انتقام لو اور ان کے طمانچہ مارو پھر فرمایا کہ ایک دوسرا طمانچہ ان کے باپ کو بھی جو حاکم ہیں مارو کہ ان میں انہی کی وجہ سے جرات و ہمت پیدا ہوئی اور فرمایا کہ اللہ نے سب کو آزاد انسان کی حیثیت سے پیدا کیا ہے کیا تم ان کو غلام بنا لوگے؟

یہ اور اس طرح کی دسیوں مثالیں تاریخ اسلام میں ملتی ہیں، مسلمان جس وقت نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے پہلو میں مختلف نسل کے، مختلف کلچر کے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں، اور کسی کو یہ حق نہیں دیا جاتا کہ وہ یہ کہے کہ فلاں آدمی ہمارے برابر کا نہیں ہے، ہمارے ساتھ نہیں کھڑا ہو سکتا ہے۔

مساوات انسانی کی ایک اعلیٰ مثال

اس سلسلہ میں موجودہ عہد کا بھی ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل جو زبردست حاکم اور بادشاہ تھے، کعبہ میں زیارت و طواف کے لئے آئے ان کے ساتھ سکیورٹی تھی، ان کے لئے طواف کے بعد نماز پڑھنے کے لئے ایک خالی جگہ پر مصلی بچھایا گیا کہ وہ اس پر نماز ادا کریں گے، لیکن ان کے آنے کے وقت کے بالکل قریب ایک عام حبشی طرز کا مسلمان جو ان سے پہلے طواف کر کے آگیا تھا وہ بلا غور کئے عام مصلی سمجھ کر اس پر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، بادشاہ اسی وقت پہونچے، یہ دیکھ کر کہ کوئی دوسرا اس جگہ پر کھڑا ہو گیا ہے اس سے ہٹ کر بلا مصلی نماز پڑھی اور نہ خود اعتراض کیا اور نہ سکیورٹی کے لوگوں کو اعتراض کرنے دیا۔

یہ اسی اعلان مساوات اور حقوق انسانی کے اعلان کا نتیجہ ہے جس کی تلقین اس امت وسط کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور تعمیل کرائی، لہٰذا مسلمانوں کی جن سو سائیٹیوں میں اسلامی قدریں قائم ہیں وہاں ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح کی مساوات برتی جاتی ہے۔ خواہ کھانے کا دسترخوان ہو یا مسجد کی جماعت کی نماز ہو، خواہ امامت، خطابت اور تعلیم ہو یا تربیت و قیادت کے مواقع ہوں، تاریخ میں بکثرت اس کی مثالیں ہیں کہ بڑی بڑی علمی شخصیتیں، مسجدوں کے امام، مدرسوں کے اساتذہ، اور معلم و مفکر ہر طبقہ کے ہوتے ہیں اور لوگوں نے ان کو سر پر بٹھایا ہے، اور ان کے ناموں سے ان کے طبقہ کی نسبت ظاہر ہوئی، کسی کے نام کے ساتھ تیلی کی نسبت ہے، کسی کے نام کے ساتھ عطار ہے، کسی کے نام کے ساتھ درزی ہے حتیٰ کہ باورچی و موچی تک کی نسبت ملتی ہے، اور ابھی چند سال قبل حرم کعبہ کے امام و خطیب کے ساتھ درزی کا لفظ تھا۔

عورت کے ساتھ عزت اور مساوات انسانی کا معاملہ

اس طرح عورتوں کے سلوک و معاملہ میں برابری کے سلوک کی تلقین بار بار فرمائی گئی اور اس پر برابر عمل کیا گیا، لیکن جسمانی طور پر اور صلاحیت عمل کے اعتبار سے اور تاثر و احساس کی شدت و کمی کے لحاظ سے مرد و عورت میں جو فطری فرق ہے، اس فرق کی رعایت کی گئی، دونوں کا آپس میں ازدواجی تعلق قائم کرنا اور ایک دوسرے سے ہم آہنگی قائم نہ رکھنے کی صورت میں علاحدگی اختیار کرنا ان دونوں باتوں کا حق دونوں کو تقریباً برابر سطح کا دیا گیا، جس کی شکل مرد کے لئے طلاق دینے اور عورت کے لئے خلع حاصل کر لینے میں مقرر کی، مرد کو بڑا قرار دیا کیوں کہ شادی کرنے

اور گھر چلانے کے اخراجات کا سارا بوجھ مرد پر ڈالا کیونکہ آمدنی کے حصول کی ذمہ داری اصلاً اس کے اوپر ہوتی ہے اور گھر کے اندر کا نظم و انتظام عورت کو کرنا ہوتا ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر عورت کو زندگی کے دوسرے کام کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ حیا اور عفت کا پورا لحاظ رکھنا لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ بداخلاقی اور فسق و فجور کی صورتوں پر روک لگ سکے، عفت و حیا کی حفاظت کی خاطر اسلام نے جو پابندیاں عورت کے لئے لگائی ہیں ان کا مقصد عورت کو آزادی کے انسانی حق سے محروم کرنا نہیں بلکہ اس کو اور اس کے قریب کے مردوں کو فسق و فجور کے محرکات سے بچانا ہے، اسی لئے مرد و عورت کے درمیان تعلق و وابستگی کے لئے نکاح کا طریقہ لازم کیا گیا ہے اور غیروں کے سامنے اپنے کو زینہ کشش کے ساتھ لانے کو منع کیا ہے اور اس کا تحفظ اپنے جسم کے پوشیدہ رکھنے سے کیا ہے، یہ سب وہ حکمت کی باتیں ہیں جو آزادیٔ نسواں کے مفاسد سامنے آنے پر سب کو صحیح اور مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ (جاری)

(بقیہ) آواز کا، لمس

جن کے اشعار میں موسیقی کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہی آہنگ خیالات میں بھی ہے، یہ خیالات کہیئے یا موضوعات، سرور کے لئے ہوئے ہیں۔ ہے یہ کے کہنہ جو تند و تیز نہیں۔ اور اس کے اثرات رندی اور سرمستی میں ظہور پذیر نہیں ہوتے ہیں۔ نہ درس اخلاق ہے نہ کوئی فلسفہ۔ بس صرف دل کی باتیں ہیں جو صحیح معنوں میں دل کو چھوتی ہیں۔

کتاب کے گرد پوش پر مختلف عالموں کی جو رائے بیان ہوئی ہے میں اس سے تقریباً متفق ہوں۔ خاص طور پر عنوان چشتی صاحب نے جو لکھا ہے کہ قمر صاحب کی شاعری ایک ایسے انسان کی جذباتی۔ جمالیاتی اور تخلیقی تجربوں کا البم ہے جو عصر رواں کا ایک حساس۔ غیور اور باشعور انسان ہے۔ بیشک ان کے اشعار تخلیقی تجربے ہیں۔ اور ان کا انداز بیان متفرد ہے۔

نمی دویم زراہے کہ کارواں رفت است

بہر حال میں قمر صاحب کی شاعری کو جزویت از پیغمبری تو نہیں کہوں گا۔ ایسی شاعری تو مولانا روم اور فارسی کے دوسرے صاحب دل شعراء سے وابستہ ہے جو ملہم بالغیب تھے۔ مگر ان من الشعر لحکمۃ کا پرتو ضرور نظر آتا ہے۔

یہ تبصرہ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اب میں اپنے قاری کو ان کے چند اشعار سنا کر اسے ختم کرتا ہوں۔ جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کا مقدمہ تو خاصہ کی چیز ہے انھوں نے بھی اشعار لکھے ہیں۔ میں نے باقی دیوان میں سے انھیں چنے ہیں۔ ایک جہان معنی ان میں پوشیدہ ہے۔ اور ان کے اثرات سحر و طلال کے ہیں۔

لطافت اس کے سخن کی بسا کر لہجے میں
سدا بہار غزل کے کنول بناتا ہوں

آنکھوں کو میری آپ نے سونپا ہے خوب کام
جگنو اچھالنا کبھی۔ گوہر تراشنا

ضرور کوئی کمی تھی خلوص میں ورنہ
مری دعاؤں کو باب اثر میں رہنا تھا

کہیں اندھیرے کہیں روشنیوں نے چھین لئے
بہاروں کے دیئے خیر گی نے چھین لئے

اس شعر کی داد تو مومن خاں مومن سے ملے گی۔

ہزار چاہا کہ خود سے ملوں اکیلے میں
مگر ہوئی نہ جدا مجھ سے ہائے تنہائی

مذاق تشنہ لبی پر نہ آئے حرف کبھی
نظر سے حد نظر تک سراب لکھ دینا

پیہم سلگتی دھوپ میں جلنا تمام دن
شب بھر حسین خوابوں کے پیکر تراشنا

قیمت ۷/- روپے۔

ملنے کا پتہ:- رہبر کار نمبر ۲۹۳۶ - کلاں مسجد ترکمان گیٹ۔ دہلی - ۱۱۰۰۰۶

جدید فیشن اور اعلیٰ ڈیزائن اور کندن کے زیورات کا واحد مرکز
حاجی صفی اللہ اینڈ سنس جیولرس
قائم شدہ ۱۹۴۰ء
ممتاز ڈگری کالج کے پیچھے جوتے والی گلی، امین آباد لکھنؤ
برانچ:- نگینہ مارکیٹ، جوکشمیر بینک کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ
فون امین آباد: 213736 رہائش فون: 260177
اکبری گیٹ: 260845 - - 251514 — 265536

نبویؐ قصّوں میں خواتین کا کردار

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری۔

قوموں کی ادبی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے انھوں نے اجتماعی زندگی گزارنی شروع کی اس وقت سے قصّے کہانیاں ان کی زندگی کا لازمی جز بن گئیں چنانچہ ہندوستانی ایرانی، یونانی اور رومی سبھی قوموں کے ادب میں شہرۂ آفاق کہانیاں ملتی ہیں۔ ان میں بعض کہانیاں اتنی مقبول ہوئیں کہ ان کو ادب میں قومی حیثیت حاصل ہوگئی جو اب تک برقرار ہے۔ ان قوموں میں سے جو قوم ذہنی اور تخیلی اعتبار سے جتنی بلند تھی اس لحاظ سے ان کے قصّے کہانیاں بلند پراثر دلچسپ اور فنی اعتبار سے معیاری ہیں۔

عرب قوم دنیا کی قدیم قوموں میں سے ہے جس نے زندگی کے مختلف نشیب و فراز دیکھے ہیں اور ان سے حاصل شدہ تجربات کو کبھی نظم میں اور کبھی نثر میں بیان کیا ہے۔ نثر میں بیان کردہ اصناف میں ایک قصّہ بھی ہے جو عربوں کے یہاں بہت عام تھا۔ جاہلی زمانے میں لوگ دن بھر کام کاج سے فارغ ہوکر رات میں گپ شپ کے حلقے یا مجلسیں منعقد کرتے تھے جن میں یہ لوگ اپنے اسلاف کے کارناموں ان کی بہادری اور شجاعت کے قصّوں کو بیان کرتے تھے۔

"قیل بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کنتم تحدثون بہ اذا خلو ثوفی مجالسکم قال کنا نتناشد الشعر و متحدث باخبار جاھلیتنا۔"

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ سے پوچھا گیا کہ جب آپ لوگ اپنی بیٹھکوں میں جمع ہوتے تھے۔ تو کیا قصے بیان کرتے تھے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم ایک دوسرے کو شعر سناتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے بیان کرتے تھے۔"

کہانیاں سننے اور قصے بیان کرنے کا رواج اسلامی عہد میں بھی جاری رہا۔ قرآن کریم نے بھی عبرت پذیری کے لئے مختلف اصناف کے قصوں کو متعدد سورتوں میں جگہ دی ہے، اور اس معجز نمائی کے ساتھ اسے پیش کیا کہ بعض سورتیں قصصی ادب کا شہ پارہ بن گئیں۔ اسلام آنے سے قبل تک یہ قصے کہانیاں دورِ جاہلیت کے دستور کے مطابق سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ اور لوگ اپنی بیٹھکوں میں انھیں دلچسپی سے سنتے رہے۔ اسلام آنے کے بعد اس ذوق پر کوئی روک عائد نہیں کی گئی، بلکہ اس ذوق کو صحیح رُخ دیا گیا۔ محض تفریح طبع کے بجائے مقصدیت پیدا کی گئی، یہ قصے عبرت کا مخصوص سرمایہ فراہم کرتے اور جاہلی ادوار کے قصوں کا تذکرہ صحابہؓ اپنی مجلسوں میں شکر و سپاس کے جذبہ کے اظہار کے طور پر کرتے۔

قرآن پاک قصوں کی کتاب نہیں

قرآن پاک میں امم ماضیہ کے واقعات ضرور بیان کئے گئے ہیں بادشاہوں، تخت و تاج، اور بخت و دباج کے قصے بھی پیش کئے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کوئی قصے کی کتاب نہیں بلکہ قرآن پاک میں واقعات کی انھیں کڑیوں کو پیش کیا گیا ہے جن سے ہدایت کی ساتی گری ہوتی ہے اور مقصدیت کی روح بیدار اور منزل کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

نبوی قصوں کی قسمیں:

اسی طرح نبوی قصوں کی روح بھی درحقیقت ہدایت کی شمع فروزاں کو روشن رکھنا ہے، انسانی زندگی کو مقصدیت سے ہمکنار کرنا ان قصوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ صحابہ کرام کی مجلسوں میں مختلف اوقات میں بہت سے قصے آپ نے سنائے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی سے ہے۔ اور بعض وہ قصے ہیں جو تاریخی واقعات پر مشتمل ہیں اور بعض کا انداز تمثیلی ہے۔ اور بعض سے مستقبل میں پیش آمدہ واقعات کی نشاندہی ہوتی ہے اور بعض قصوں میں حشر و نشر بعث بعد الموت کے دلدوز واقعات ہیں اور بعض کا تعلق امور غیبیہ سے ہے اس طرح اگر ہم احادیث نبویہ میں قصوں کا تفصیلی جائزہ لیں تو ان کے علاوہ اور بھی ان کی صنفیں بنائی جاسکتی ہیں

نبوی قصوں کے امتیازات و حدود

نبوی قصوں میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مقصدیت کی روح سے خالی نہیں ہیں ان میں انسانی امتیازات، احساسات، مدرکات، رجحانات انفعالات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر انسانی اخلاقیات کو جھنجھوڑا گیا ہے اور یہی ان قصوں کی روح اور امتیاز ہے۔ محض تفریح طبع اس کے حدود سے خارج اور زبان و بیان کی صرف چاشنی اور لفاظی کے عنصر سے وہ خالی ہیں۔

کسی کی تضحیک یا توہین کا کردار ان قصوں میں کہیں نظر نہیں آتا ہے، واقعات کے پس منظر میں اظہار حقیقت کی حرارت پورے طور پر محسوس کی جاتی ہے۔

خواتین کا تذکرہ نبوی قصوں میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے ماحول میں ہوئی جہاں مہذب انسان عورت کے وجود کو ننگ و عار کا باعث تصور کرتا تھا۔ عیسائیت نے اسے مجسم شیطان اور پلید سے تعبیر کیا تھا۔ ہندوستان معاشرہ اس کے حق میں افراط و تفریط کا شکار تھا یہودیت اس کی زندگی کا گھناؤنا روپ پیش کر رہی تھی۔ ایسے وقت میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ دنیا میں مجھے دو چیزیں پسند ہیں ایک عطر دوسری عورت! اس سے آپ نے یہ واضح طور پر بتانا چاہا کہ عورت گھر کا کوڑا نہیں کہ پھینک دیا جائے۔ اور نہ ہی آثار قدیمہ کا جالا ہے کہ اسے صاف کر دیا جائے۔ اور نہ ہی پانی کی سطح پر جمی ہوئی کائی کہ سطح آب سے ہٹا دیا جائے۔ اور نہ ہی راستہ کا کیچڑ ہے کہ اس کو صاف کر دیا جائے۔ اور نہ ہی غلاظت کا انبار کہ اسے پھینک دیا جائے بلکہ وہ نکہت زندگی ہے، رعنائی کا مظہر اور جمال و حسن کا جوہر ہے، وہ خوشیوں کا امین، تحفۂ تمکین اور زندگی کی تب و تاب کا درخشندہ باب ہے ؎

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

وہ ایک ایسی خوشبو ہے جو عزیز و محبوب ہوتی ہے وہ ایک نازک شیشہ ہے کہ گرتے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لئے ایک موقع پر سرور عالمؐ نے ساز باز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ؎

رُفقاً بالقوارِیر۔ ۔ ۔ ابگینے ٹوٹ نہ جائیں! آہستہ چلو

قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے پوری سورت سورۂ نساء نازل فرما کر عورتوں کی صرف عزت ہی نہیں بڑھائی بلکہ ان کی وساطت سے شرمی کو ثریا تک پہنچنے کے آداب بھی بتائے ہیں ؎

الجنۃ تحت اقدام الامّھات

جنت ماؤں کے پیروں کے نیچے ہے۔

ایسی گرانمایا دولت کو ذلیل کرنے کی لت زمانے سے قائم تھی۔ بعثت محمدی کے وقت بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ ماؤں کی عصمت بھی بطور وراثت کے تقسیم ہو جاتی تھی عورت فیصلہ کی قوت سے عاری اور معاشرۂ انسانی کی دوش پر بھاری سمجھی جاتی تھی ایسے وقت میں قرآن پاک میں ان کے حقوق کا بیان کیا جانا عورتوں کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو زانی قرار دیا جانا اس پر سخت سزا کا متعین ہونا، اس کی عزت و وقار کے ماہتاب کو چاندنی عطا کئے جانے کے مرادف ہے۔

عصمت کی خاطر:

حدیث شریف میں ایک جگہ فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے ایک بلانوش نوجوان کا تذکرہ ہے اس کی بلانوشی میں اسباب و وسائل کی فراوانی خواہشات نفسانی کو کہاں تک مہمیز کرتی ہے۔ اور اسے کس حد تک حریص اور شہوت پرست اور سقی القلب بنا دیتی ہے۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں پھر اس قصہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجبور و مضطر خاتون کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس قصہ کے دو کردار ہیں ایک نوجوان عورت ہے جو افلاس کی ماری ہوئی ہے، زمانے کی ستائی ہوئی ہے، نان شبینہ کی محتاج دکھیاری ہے، دوسری طرف ایک نوجوان بلانوش عیاش صفت، شہوت پرست ہے۔ جس کے دل پر قساوت کی چھاپ ہے آنکھ کا پانی مر چکا ہے، حیا اس کے نزدیک دم توڑ چکی ہے۔

وہ خاتون اس نوجوان کے پاس جاتی ہے جو اہل ثروت بھی ہے۔ اس سے فضل و احسان کا طالب ہوتی ہے اور صرف ساٹھ دینار کا مطالبہ کرتی ہے۔ لیکن وہ درندہ صفت نوجوان اس کے عوض میں اس خاتون کی عصمت کی چادر لے لینا چاہتا ہے۔ اس کی دوشیزگی کو پامال کرنا چاہتا ہے۔ وہ خاتون منت و سماجت کرتی ہے لیکن اس نوجوان پر اس کی مسکنت و بیچارگی کی آہوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا مجبور ہو کر وہ عورت ہوس کے دار پر چڑھنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، جس وقت وہ گناہ کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے تو اس عورت پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ نوجوان پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے وہ بڑے درد کے ساتھ عرض کرتی ہے میں اللہ سے ڈرتی ہوں۔ یہ جملہ اس کی زبان سے کچھ اس انداز سے نکلتا ہے کہ وہ نوجوان سکتے میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اس حال (فقر) میں بھی اللہ سے ڈرتی ہو۔ اور میں ہوں کہ اس کی بغاوت پر کمربستہ ہوں۔ وہ یہ کہتے ہوئے الگ ہو جاتا ہے۔ "خدا کی قسم میں اللہ عزوجل کی ہرگز نافرمانی نہیں کروں گا"۔ ساٹھ دینار اس خاتون کے حوالے کرتے ہوئے اسے رخصت کر دیتا ہے۔

درس عبرت:

رات کے ایک حصہ میں نوجوان پر دورہ پڑتا ہے اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ صبح کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ اس کے گھر کے دروازہ پر یہ عبارت غیب سے ظاہر ہوتی ہے۔ "غفر اللہ لہ بکفل" "اللہ نے کفل کی مغفرت فرما دی"۔

اس واقعہ میں کتنے بلانوش عیاش صفت نوجوانوں کے لئے درس عبرت ہے جس کی زندگی گناہوں کے دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔

ان کے لئے کتنا بڑا سرمایۂ امید ہے کہ اگر وہ اللہ کے لئے گناہوں سے باز آجائیں تو اللہ عزوجل کی رحمت بیکراں ان کی دستگیری کے لئے تیار ہے

جاہلیت کے زمانے سے اسلام کی دہلیز پر پہونچنے والے نوجوانوں کے لئے اس واقعہ میں بلا کی کشش پائی جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نخل امید کو سینچا ہے۔ اور گرتے ہوئے معاشرہ کو اوج ثریا کا عروج عطا کیا ہے۔ پاکیزگی کی باد بہاری اس چمن سے گزری تو اسے عطر فشاں کر دیا۔ اس قصہ میں عبرت کا پہلو ازخود آمادۂ اظہار ہے۔ کردار کے بولنے کی آواز پردۂ سماعت سے گذر کر دل و دماغ کو اسیر کر رہی ہے اور یہی ایک کامیاب قصہ کی جان اور اس کی ادبی نشان ہے۔

حدیث کے ذخیرہ میں ایک قصہ ہمیں اور ملتا ہے جو اس کے مماثل ہے لیکن اس میں فرق یہ ہے کہ اس میں عبرت و مقصدیت کا دائرہ یہ مادی دنیا ہے۔ جس کے لئے انسان مرتا ہے اور مارتا ہے۔ لیکن مایوسی، اضطراب، بے یقینی بے چارگی، اور قنوطیت کی فضا میں نخلستان آرزو میں باد بہاری کیسے آتی ہے۔ اور جہاں امید میں صبا کا رقص کیونکر جاری ہوتا ہے، بادنسیم کے جھونکوں سے سعادت مندیوں کے گل و بوٹے اور شگوفے کیسے کھلتے ہیں: درج ذیل واقعہ سے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔

اصحابِ غار کا قصہ:

بخاری شریف میں "اصحاب غار" کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ تین افراد پر مشتمل کارواں سفر پر تھا۔ راستہ میں سخت طوفان اور تیز بارش سے بچنے کے لئے یہ مختصر قافلہ ایک غار میں داخل ہوگیا۔ ابھی وہ اندر ہی تھے کہ ایک چٹان اوپر سے کھسکی اور غار کے دہانے پر آپڑی دہانہ بند ہوگیا، تینوں اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگے۔ اچانک انھیں خیال آیا کہ کیوں نہ قادر مطلق ذات کی طرف رجوع کیا جائے۔ انسان مصیبت کی گھڑیوں میں مدد و نصرت کا طالب ہوتا ہے۔ یہاں خارجی امداد کی ساری سبیلیں بند ہوچکی ہیں البتہ ان کے دل میں پرورش پانے والا ایمان "عمل صالح" کی چنگاریوں کو تلاش کرتا ہے اور وہ یہ طے کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر فرد اپنی دانست میں قبول عمل کا واسطہ دیکر خدا کے حضور میں دعا کرے امید ہے کہ اس مصیبت سے نجات حاصل ہوگی۔ ان میں سے دونے باری باری اپنے مقبول اعمال کا واسطہ دیکر جب دعا کی تو چٹان اپنی جگہ سے کھسکنے لگی، تیسرے فرد کی جب باری آئی تو اس نے بڑی لجاجت سے یہ دعا کی۔

اے اللہ تو جانتا ہے میں فلاں پر فریفتہ تھا ایک دفعہ وہ میرے پاس آئی اسے کچھ ضرورت تھی۔ فاقہ مست دریدہ پیرہن کے اندر سے ابھرتا ہوا اس کا حسن مجھے ایسے قابو کر رہا تھا، میں نے کچھ دینے کے عوض میں اس کے سرمایۂ عصمت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی وہ نوجوان خاتون واپس چلی گئی، لیکن گھر میں فقر و افلاس کے تازیانے نے ایک دفعہ پھر میرے پاس اسے آنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اس کی لجاجت کی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی شرط قائم رکھی۔ وہ بندی مایوس ہوکر پھر چلی گئی۔ اس نے اپنے شوہر سے جاکر کہا اس کا شوہر معذور تھا۔ اس نے اس کو حالات کے پیش نظر اجازت دے دی وہ پھر آئی اور اللہ کا واسطہ دیکر مانگتی رہی لیکن میں نے اسے نہیں دیا وہ مجبور ہوکر اپنے آپ کو حوالے کرنے پر آمادہ ہوگئی جس وقت میں اس کی مہر عصمت توڑنا چاہا اس خاتون نے کہا اللہ سے ڈرو، اگر فقر و احتیاج کی مجبوری نہ ہوتی تو میں ایسا نہ کرتی۔ میں نے کہا کہ کیا یہ سچ ہے تم نے ایسا کبھی نہیں کیا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے آج تک گناہ نہیں کیا ہے، میں یہ سن کر اندرون میں لرز کر رہ گیا۔ اس کے جملوں کے ارتعاش نے زخمۂ دل پر ایسی ضرب لگائی کہ میں بیقرار ہوکر الگ ہوگیا، میں نے طے شدہ رقم اس کے حوالے کردی۔ وہ چلی گئی۔ اے اللہ اگر یہ میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس عمل کی برکت سے ہمیں زندگی کی شاہراہ عطا فرمادے چٹان کھسک گئی اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔

نیکیوں سے مصائب دور ہوتے ہیں:

قصہ کا پلاٹ سادہ مگر دلچسپ اور باعث عبرت ہے، گناہوں سے بچنا صرف بچنا ہی نہیں بلکہ اسکی وجہ سے بنیادی کامیابیوں کے دروازہ وا ہوتے ہیں، انسان نہ جانے کہاں کہاں مایوسی کا شکار ہوتا ہے اس کے سامنے جب یہ قصہ آتا ہے تو وہ اپنی زندگی پر غور کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ دنیوی فلاح و سعادت کا ہر شخص خوگر ہوتا ہے۔ اسکی طرف اس قصہ میں بھرپور رہنمائی موجود ہے،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قصوں میں عورت کی پاکیزۂ نفسی اور عصمت کی بلندی کو جس سیاق میں پیش کیا ہے اس سے اس کی بلند کرداری اور پایۂ عفت ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ عورت کو یہ تصور کیا جاتا تھا کہ وہ خود گناہ ہے۔ اور انسان کی شکل میں شیطان کی خالہ ہے، لیکن یہ قصہ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ عورت کلید طہارت اور مرکز عصمت ہے، زندگی کی شاہراہ میں فوز و سعادت کی ضمانت ہے۔ مایوسیوں میں شرارۂ امید ہے اس کا کردار اس کی رفعتوں کا غماز ہے اس میں وہ کردار ہے جو ایک خاتون

پارسا سے مطلوب ہے جس کو خالق کائنات نے سماج کا پھول بنایا ہے وہ ہوس کی کاشت اور اسپاسیوں کی دھول نہیں ہے۔

معاشرہ کی اصلاح اور فرد کے سلوک و عقیدہ کی توجیہہ میں اس قسم کے قصوں کا بڑا مؤثر رول ہوتا ہے ان قصوں کی خوبی یہ ہے کہ کردار مقصدیت کے گرد رقصاں ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے الگ نہیں ہوتا۔ تاکہ قاری اور سامع پر براہ راست اس کا اثر پڑے اور اس کا اندرون اسے قبول کرنے پر آمادہ ہوجائے اور یہی کامیاب قصوں کی اصل روح ہے۔ ؎

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

فطرتِ زن اور حدیث ام زرع:

عورتوں کا مزاج خاموش بیٹھے رہنے کا نہیں ہوتا۔ اگر وہ ایک ساتھ کسی محفل میں جمع ہوجائیں تو جام سکوت ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے، گفتگو سے نہ وہ تھکتی ہیں اور نہ ہی اکتاتی ہیں کوسنا ان کی فطرت ہے وہ غیبت کی ٹوکری ساتھ میں لئے چلتی ہیں۔ طعن و تشنیع کے تیر و نشتر کا ذخیرہ ان کے ترکش کا نہ ختم ہونے والا سرمایا ہے۔ ایسے وقت میں ایک مثالی خاتون وہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ اور اسے ایک مثالی شوہر کی تلاش میں کامیابی کیسے مل سکتی ہے۔

حدیث شریف کے ذخیرہ میں ایک ایسی حدیث بھی ملتی ہے جس میں تیرہ بیویوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے شمائل ترمذی میں یہ روایت موجود ہے جسے حدیث ام زرع کہا جاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اس قصہ کو بیان کیا گیا ہے جس میں ان عورتوں کے ان مکالمات کا ذکر ہے جن کے سامنے مکالمات افلاطون بھی ہیچ ہے۔

مثالی بیوی اور مثالی شوہر:

عورت مرد کی ضرورت ہے اور مرد اس کا محافظ، مرد کی دلچسپیوں کا مرکز کائنات کی وسعتیں ہیں تو عورت کی دلچسپیوں کی آماجگاہ خود مرد کی ذات ہے۔ لہٰذا وہ اپنے شوہر کو ہر حال میں آئیڈیل و مثالی دیکھنا چاہتی ہے، اس کی دلچسپیوں کے تناظر میں اس کی محبت کا نمود جھلکتا ہے کلیاں کھلتی ہیں۔ اس حدیث میں بارہ عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کے کلیدی کردار کا تذکرہ اختصار و جامعیت اور مؤثر انداز میں کیا ہے تیرھویں کی جب باری آتی ہے تو بڑے انبساط کے ساتھ اپنے شوہر کا تذکرہ کرتی ہے۔ اس کی فیاض طبیعت۔ دریا دلی حسن انتظام لطف و محبت کا تذکرہ کچھ ایسے انداز میں کرتی ہے کہ قاری دم بخود رہ جاتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کے فرزندوں خادماؤں اور مویشیوں یہاں تک کہ غلوں کی تفصیل کو بھی بیان کیا ہے۔ پھر اپنے شوہر ابوزرع سے اپنی جدائی کا بھی تذکرہ کرتی ہے۔ اس ضمن میں اپنے موجودہ شوہر کی فیاضانہ معاملہ کو بھی فراموش نہیں کرتی۔ لیکن یہ کہتی ہے ابوزرع کے نوازشات کا کیا پوچھنا وہ مجھ سے جدا ضرور ہوگیا۔ لیکن اس کی داد و دہش اس کی اخلاقی بلندی کی شمیم کو کوئی کہاں پاسکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن کر فرمایا کہ عائشہ میں تمہارے لئے مثل ابوزرع ہوں اس قصہ میں ایک مثالی شوہر کا کردار سامنے آتا ہے جو عورت کی طبیعت میں اپنی یادوں کی شمیم قائم کئے ہوئے ہے اور مثالی بیوی کا کردار ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ حسن اعتراف زندگی کا حسین سرمایہ ہے۔ اس کی بنیاد پر انسان اپنے ہم جنسوں ممتاز و یگانہ قرار پاتا ہے۔ تیرہ بیویوں میں ام زرع کا امتیاز اس کا حسن اعتراف ہے اور مرد کا مثالی کردار ہے کہ جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اپنا پیکر جمال اسے قرار دیا یہی قصہ کی اصل روح ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے خیرکم خیرکم لأھلہ وانا خیرکم لأھلی ... تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو۔ اور میں اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔

خاتمہ:

عبرت و سبق آموزی کا یہی وہ سامان ہے جسے قصص و حکایات کے آبگینوں میں اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس سے دل و دماغ کو فرحت و بالیدگی اور فکر و خیال کی ایسی تحریک ہوتی ہے جو زندگی کو قوت عمل سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ یہی ادب زندگی کا امتیاز بن جاتا ہے، جس میں مقصدیت کی روح کی جلوہ طرازیاں چمکتی دمکتی ہوئی نظر آتی ہیں یہی ادب کا امتیاز ہے۔

"فاقصص القصص لعلھم یتفکرون"

قصے بیان کرو تاکہ وہ (مقصد زندگی کو پاکر) پارسا بن جائیں۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴۰۱ کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

عالم اسلام

یورپ میں اسلام کا فروغ

محمد سلمان خان ندوی

کثیر اشاعتی امریکی روزنامہ "ٹائمس" کے ایک جائزے کے مطابق مغربی یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور آج ایک کروڑ ستر لاکھ سے زائد مسلمان یورپی ممالک میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا اثر ورسوخ برابر بڑھ رہا ہے اور سرکاری اداروں میں ان کا تناسب بھی کم نہیں ہے اور اسلامی شعائر ان کی زندگی کا جزو بن چکے ہیں، حالیہ ایک اطلاع کے مطابق سرکاری دفاتر میں نمازوں کے لئے جگہیں مخصوص کر دی گئی ہیں۔ تقریباً ۹۰ فیصدی مسلمان وہاں کی شہریت بھی رکھتے ہیں امریکی روزنامہ نے بتایا کہ فرانس میں ۶۰ لاکھ مسلمان ہیں جن کی غالب تعداد شمالی افریقہ کی ہے اس طرح برطانیہ میں دس لاکھ اور بلجیم میں پانچ لاکھ مسلم آبادی ہے، یہاں کی غالب اکثریت ترک قبائل سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یورپی مسلمان اعلیٰ تہذیب و کردار کے حامل ہیں۔ ان کی زبان سادہ عام فہم ہے، اور اپنے مسلمان ہونے پر انھیں فخر ہے جبکہ دو دہائی قبل انہیں اسلام سے اپنا انتساب کرتے ہوئے بھی جھجک محسوس ہوتی تھی۔ فرانس کی چالیس سالہ خاتون یاسمینہ بنوبجی کہتی ہیں کہ "شروع میں" ہمارے آباء واجداد اسلامی شعائر واحکام بہت چھپ چھپ کر ادا کرتے تھے، ہمیں اس بات سے شرم آتی تھی کہ کہیں کوئی یہ نہ دیکھ لے کہ ہم روزے رکھتے ہیں۔ "مروہ قاوا قجی" کی رکنیت کا اعتراف کر لیا ہے جو پچھلے دنوں پارلیمنٹ میں اسکارف کے ساتھ داخل ہوتی تھیں جس کے نتیجہ میں حکمراں پارٹی کے ارکان نے ان کے خلاف نعرے لگائے اور شدید ہنگامہ آرائیاں کیں، جس پر اسلامی جماعتوں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ خود نامزد وزیر اعظم بلند لجوت اسکارف کے خلاف احتجاج میں شامل ہو گئے تھے اس کے علاوہ حکومت نے ان کی شہریت کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ان پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ وہ دوہری شہریت رکھتی ہیں، وہ ترکی میں رہتی ہیں لیکن شہریت امریکی ہے۔

دوسری طرف اولوالعزم مسلمان خاتون "مروہ خواقجی" نے کہا کہ حجاب میرا دینی شعار اور میری ذاتی پسند ہے، میں حجاب کے ساتھ آتی رہوں گی اور اس اقدام سے باز نہیں آؤں گی، ترکی کی سیکولر روایات وآئین اپنی جگہ لیکن ہر شخص کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے اور مذہبی عقائد پر چلنے کا حق حاصل ہے یہی جمہوریت ہے، جو لوگ جمہوریت اور سیکولرازم کا نعرہ لگاتے ہیں انھیں میرے حجاب پر تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔

امریکہ نے آزادی رائے وآزادی دین کو بنیادی حقوق میں شمار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر فرد کو دین پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دینی چاہیئے۔ یہ کسی فرد یا طبقہ کے ساتھ خاص ہیں۔

امریکی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار جیمس روبن نے کہا کہ ترکی کی جمہوریت اتاترک کے زمانے ہی سے آزادئ رائے وآزادئ دین کی مرادف رہی ہے، آج ترکی کا جمہوری ادارہ حجاب کو اسلام کی علامت سمجھ رہا ہے۔ اور مختلف مراکز ومکاتب میں حجاب پر پابندی عائد کر رہا ہے میری نظر میں یہ آزادی کسی دین یا طبقہ کے ساتھ خاص نہیں، ہر ایک کو جمہوری ملک میں اپنے

ترکی کی پارلیمنٹ میں حجاب پر پابندی کا خاتمہ

ترکی پارلیمنٹ کے اسپیکر نے رکن پارلیمنٹ

دین ورائے پر آزادی ملنی چاہیئے۔

(العالم الاسلامی مکہ مکرمہ)

جاپان میں اسلامی مرکز کا قیام

جاپان میں اسلام بڑی تیز رفتاری سے پھیل رہا ہے، تقریباً ہر علاقہ میں مسلمان پائے جاتے ہیں۔ اور سو سے زائد اسلامی تنظیمیں سرگرم ہیں۔ ان کے ممبروں میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نیز دیگر قومیتوں کے علاوہ اصلی جاپانی بھی شامل ہیں۔ مسلم خواتین کی انجمنیں بھی ہیں جو مسلم دیگر سوسائٹی خواتین کی رہنمائی کا فرض انجام دیتی ہیں۔

وہاں اسلامی سینٹر کو ایک مقامی مذہبی تنظیم کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس کا انتظام گیارہ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہے، یہ سینٹر بیس سال قبل قائم کیا گیا تھا۔ اس وقت سے وہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

اسلامی مرکز میں روزانہ لوگ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے پہونچتے ہیں، زبانی طور پر سمجھانے کے علاوہ انھیں مختلف مضامین کے بارے میں کتابیں اور دوسرے لٹریچر دیئے جاتے ہیں۔ یہ مرکز جاپانی زبان میں اسلام کے بارے میں مختلف کتابیں بھی شائع کرتا ہے جو مفت تقسیم کی جاتی ہیں، سہ ماہی رسالہ "اسلام" بھی مفت تقسیم ہوتا ہے۔ قرأت قرآن کے کیسٹ تیار کرائے گئے ہیں جن میں قرآن کی تلاوت کے علاوہ نماز اور دوسری عبادتوں کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں، جاپان اور جاپان سے باہر مسلمانوں کے لئے دعوت وتبلیغ کے اجتماعات بھی ہوتے ہیں، گذشتہ سال موسم سرما میں مسلم طلبا ایسوسی ایشن کے تعاون سے ماؤنٹ جھیل پر ایک شریعت کیمپ کا انعقاد بھی عمل میں آیا۔ یہ مرکز جاپانی مسلم نوجوانوں کی شادی کرانے کے فرائض بھی انجام دیتا ہے، دوسری طرف اس بات پر بھی لحاظ رکھتا ہے کہ جاپان کے دوسرے حلقے اسلام کے بارے میں کن نظریات کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

کی سرپرستی میں

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء کا سہ ماہی

انگریزی مجلہ

The Fragrance of East

"فریگرینس آف ایسٹ"

الحمدللہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔

اہل قلم حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔ اپنے مضامین ایڈیٹر فریگرینس کو بھیجنے کی زحمت فرمائیں اور اس مجلہ کو زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات تک پہونچانے میں تعاون فرمائیں

زر سالانہ مبلغ ۱۵۰/- مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں

پتہ

دی فریگرینس آف ایسٹ، دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

سفرنامۂ اُردن و شام

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

(قسط ۴)

فلسطین میں اسرائیل کے ناپاک وجود نے عرب ممالک سمیت پورے عالم اسلام کو شدید فکر و تشویش، کشمکش، کشیدگی، اور مستقل جنگ کی کیفیت میں مبتلا کر دیا ہے جس کا سلسلہ ۱۹۴۸ء سے اس لمحہ تک جاری ہے، اس کے اثرات و مظاہر اردن کی عام زندگی اور عوام میں محسوس کئے جاتے ہیں چونکہ بادشاہت کے ساتھ پارلیمانی نظام قائم ہے، اور اس کا بڑی حد تک پاس و لحاظ کیا جاتا ہے، اس لئے جماعتیں اور پارٹیاں سرگرم عمل ہیں، بعث پارٹی کمیونزم اور جارج حبش کا اشتراکی بازو مغربی، ماسونی صلیبی اور صیہونی فکر و تنظیم کے زیر اثر متحرک ہے جماعت اخوان المسلمین جب شام میں قائم کی گئی۔ اردن میں استاذ عبدالرحمن خلیفہ نے بھی اسی نہج پر قائم کر لی اور اس کا حکومت و عوام میں بڑا مؤثر کردار رہا، اکثر پارلیمنٹ میں وہ دوسری بڑی پارٹی کے طور پر کامیاب ہو کر پہونچی اور کئی بار اس کے ممتاز افراد استاذ عبدالرحمن خلیفہ کے ساتھ حکومت میں شریک بھی ہوئے چند ماہ قبل اخوان کے مراقب عام اور دوسرے عہدہ داروں کا انتخاب ہوا ہے جس کے نتیجہ میں عمان کے معروف ایڈوکیٹ استاذ عبدالمجید ذنیبات کا بطور مراقب عام انتخاب عمل میں آیا۔ باشعور فعال اور صالح شخصیت کے مالک ہیں جن سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

اسی دوران اردن کی ایک ممتاز شخصیت شیخ محمد نبہانی نے حزب التحریر کے نام سے جماعت قائم کی، اس نے ایک جنگجو تحریک کا کردار ادا کیا۔ ان دنوں اس کے اثرات بہت کم ہیں۔

اسلام پسند ادب اور ترقی پسند ادب بھی اپنی بساط کے مطابق سرگرم ہے، ان عناصر میں کبھی ٹکراؤ و تصادم کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے، جس میں صیہونی و ماسونی عناصر اہم کردار ادا کرتے ہیں، نیز اسرائیل و امریکہ کی ریشہ دوانیوں کے ساتھ داخلی سازشیں بھی محسوس کی جاتی ہیں شاہ حسین کی خطرناک بیماری سے عموماً تشویش و فکر پائی جاتی ہے۔

اردن ان ممالک میں ہے جس نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے کچھ ہی عرصہ بعد اپنے دارالسلطنت عمان میں علاقائی دفتر قائم کرنے کی اجازت دی، اس کے صدر ڈاکٹر مامون عزیز جو ایرٹ کنیکل یونیورسٹی عمان میں شعبہ عربی کے صدر اور صاحب تصانیف ادیب ہیں ان کے سیمینار اور جلسے کامیاب ہوئے ہیں، رابطہ کے اراکین کی تعداد بھی خاصی ہے، اور اس کا دفتر، مکتبہ اور لیکچر ہال شاندار و وسیع ہے، اس کی جانب سے محترم صدر رابطہ اور مجلس امناء کے اعزاز میں جلسہ اور عصرانہ کا منظم کیا گیا تھا۔

میرے خیال میں اس روداد سفر کے آخر میں یہ خبر دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ترکی کے رکن مجلس امناء اور ترکی میں رابطہ ادب اسلامی کے علاقائی دفتر کے صدر جناب ڈاکٹر علی نار صاحب (جو ترکی زبان کے ممتاز ادیب و شاعر ہیں اور دو سال قبل استنبول) میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار میں موصوف سے خوب ملاقاتیں رہیں) نے ترکی کے موجودہ حالات بتاتے ہوئے کہا کہ پروفیسر نجم الدین اربکان سمیت اسلام پسند حضرات بڑی آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اور انھیں اپنی پارٹی (رفاہ) کا نام بھی بدلنا پڑا ہے، دوسرے ساتھیوں نے (فضیلت) کے نام سے ایک نئی پارٹی کے طور سے تشکیل دی ہے۔ ان سب پریشانیوں کے باوجود ہم مایوس نہیں ہیں، جولائی ۱۹۹۸ء میں ترکی فوج کے نئے کمانڈر انچیف جنرل حسین مقرر ہوئے ہیں جن کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ بہتر آدمی ہیں، ہم توقع کرتے ہیں کہ حالات بدلیں گے اور آئندہ انتخاب میں جو فصل بہار ۱۹۹۹ء میں ہوں گے انشاء اللہ اسلام پسند کامیاب ہوں گے اور بہار آ کر رہے گی، اتنے میں مصری لہجہ میں ایک آواز سنائی دی (اتاترک یحکم ترکیا من قبرہ) اتاترک قبر سے ترکی پر حکمرانی کر رہا ہے، آخر میں ڈاکٹر علی نار نے کہا: "ترکی کے مسلمان اس وقت حکم الٰہی کے منتظر ہیں، اور اللہ کی ذات سے یقین ہے کہ دروازے کھلیں گے اور فاسق ذلیل و خوار ہوں گے۔"

ملک شام:

سفرنامہ کے آغاز میں ذکر آچکا ہے کہ دمشق کی ابو نور اسلامی اکیڈمی کی جانب سے حضرت مولانا علی میاں صاحب اور راقم سطور کے نام اس کے جلسۂ تقسیم اسناد میں شرکت کا دعوت نامہ ملا تھا اور شام کا ویزا بھی لے لیا گیا تھا، لیکن عمان میں مسلسل مصروفیت، جلسوں و محاضرات کی وجہ سے مولانا مدظلہ کو تکان و ضعف زیادہ ہو گیا اسی دوران دمشق سے مفتی اعظم شیخ احمد کفتارو صاحب اور ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر محمود کفتارو نے حضرت مولانا مدظلہ سے فون پر گفتگو کر کے دمشق تشریف لانے کے لئے باصرار گذارش کی، اور مفتی صاحب نے بے تکلفی سے کہا کہ یہ تو نہ مذہب حنفی اور نہ ہی مذہب شافعی میں جائز ہے کہ اتنے قریب آ کر احباب و مخلصین سے ملاقات نہ کی جائے، مولانا مدظلہ نے صحت کی کمزوری اور سفر کی مشقت و دشواری کے پیش نظر معذرت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اجتباء جائیں گے اور یہی میری نمائندگی بھی کریں گے، شیخ احمد کفتارو نے افسوس و رنج اور صحتیابی کے لئے دعاؤں کے ساتھ معذرت قبول کر لی، حضرت مولانا مدظلہ کو قلبی تعلق اور دیرینہ روابط کے پیش نظر بڑا اطمینان ہوا۔

دمشق روانگی:

۲۵ر اگست ۱۹۹۸ء کی صبح حضرت مولانا مدظلہ نے راقم سطور اور لکھنؤ کے تاجر جناب محمد عرفان صاحب کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ شیخ احمد کفتارو صاحب سے ہمارا قدیم تعلق ہے اس لئے ان سے اچھے الفاظ میں معذرت کرنا اور کہنا کہ ہم آپ کے "انقاذ ما یمکن انقاذہ" جتنا بچا لینا ممکن ہو بچا لینے کے موقف سے مطمئن ہیں اور ہماری دعائیں و نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

ہم ٹیکسی سے دمشق روانہ ہوئے دونوں شہروں کے درمیان ۱۶۰ کیلو میٹر کا فاصلہ ہے بحمد اللہ راستہ آرام و بحسن شوق کے ساتھ گذرا۔ البتہ عمان کے ٹیکسی والے نے دینداری کے باوجود اچھا معاملہ نہیں کیا۔

میں ۳۸ سال کے بعد دمشق کی جانب رواں دواں تھا جو میرا شہر آرزو، یادوں کا گہوارہ، میری ذہنی و فکری نشو و نما و علمی تربیت گاہ، دعوت و تبلیغ کے جذبہ اور اسلام کے لئے محبت و جاں نثاری کا حوصلہ عطا کرنے کا عظیم مرکز، میرے مادر علمی، اساتذہ، شیوخ، بزرگوں اخوان و احباب کا وطن و آرام گاہ ہے، قلب و ذہن اور حافظہ انھیں خوشگوار یادوں، خوشحال، پرامن اور سنہرے دنوں کی شخصیتوں، انجمنوں، جماعتوں عظیم کارناموں کے صفحات پلٹنے میں محو تھا، کہ میرے رفیق سفر کی آواز سنائی دی، ہم شام کے حدود میں داخل ہو رہے ہیں میں اس سنہرے خواب سے بیدار ہوا اور زبان پر بے اختیار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر آیا:

للّٰہ در عصابۃ ناوہ متہم
یوما بجلق فی الزمان الأول،

اور امیر الشعراء احمد شوقی کا یہ شعر یاد آیا:—

آمنت باللہ واستثنیت جنۃ
دمشق روح وجنات وریحان

ظہر کے وقت ہم دمشق پہونچ گئے، ۳۸ سال میں دمشق بہت وسیع اور ترقی یافتہ ہو گیا ہے، نئی و فلک بوس عمارتیں، کشادہ و چوڑی سڑکیں، گاڑیوں، سواریوں، انسانوں اور بازار کی ہماہمی و گہما گہمی ایسی کہ اس محبوب و مانوس دمشق کے بجائے کوئی اور شہر لگا، ٹیکسی جس جگہ اکر رکی وہاں گاڑیوں، بسوں اور دوسری سواریوں اور انسانوں کی اتنی بھیڑ کہ سامان رکھنا اور چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے ایک نوجوان سے پوچھا کیا یہ وہی پرانا اسٹاپ (مرجہ) ہے اس نے میری جانب حیرت سے دیکھا اور جواب دیا کہ یہ (برامکہ) ہے عرصہ دراز سے یہ اسٹاپ ہے اور ہر جگہ کے لئے یہاں ہی سے ٹیکسیاں روانہ ہوتی ہیں: برامکہ ایک قدیم و چھوٹا سا محلہ تھا نہ یہ میدان تھا اور نہ یہاں اونچی اونچی جدید طرز کی عمارتیں تھیں۔

نصف گھنٹہ میں ہم ابو نور اکیڈمی پہنچ گئے، ڈاکٹر محمود احمد کفتارو صاحب بے پر جوش خیر مقدم کیا اور بڑی محبت و خلوص سے خیریت اور سفر کے حالات پوچھے، حضرت مولانا مدظلہ کے بارے میں دریافت کیا اور دمشق نہ آنے پر افسوس کیا۔ فرمایا کہ والد صاحب اور علماء دمشق اور متعلقین کا اس کا بڑا رنج ہے، ڈاکٹر محمود، مفتی اعظم شیخ احمد کفتارو کے بڑے صاحبزادہ ہیں، دمشق یونیورسٹی سے عربی زبان و ادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور یونیورسٹی ہی میں استاذ مقرر ہوئے، اس کے علاوہ شیخ کفتارو صاحب کے دینی، علمی، اور دعوتی اداروں کے انتظام و انصرام میں ان کے معاون ہیں، ابو نور اسلامی اکیڈمی قائم کر کے تحقیق و ریسرچ کے ساتھ دیگر اداروں کو اس کے زیر نگرانی کر دیا ہے، متحرک فعال، ذی علم اور خوش اخلاق و خوش گفتار ہیں، انہوں نے اور میرے چند احباب نے اکیڈمی کے اجتماعات کے علاوہ ہمارا ایک منظم پروگرام بنا دیا جس سے ملاقاتوں، زیارتوں، و نشستوں میں شرکت آسان ہو گئی۔

(جاری)

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

سوال و جواب

س:۔ کسی عورت کے پاس نصاب سے زائد زیور ہے، وہ صاحب اولاد ہے، اب اگر وہ بیٹی کو زیور کے بارے میں یہ عزم کر چکی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو شادی میں دے گی لیکن فی الوقت بیٹی کے کم عمر ہونے کی وجہ سے وہ زیور اپنی ہی تحویل میں رکھتی ہے تو آیا اب اسے اپنے زیورات پر زکوٰۃ لازم ہے نیز یہ کہ وہ انھیں اپنے استعمال میں لاسکتی ہے؟

ج:۔ بیٹی کو ہبہ کر دے اور اپنے قبضہ میں ولی ہونے کی حیثیت سے رکھے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، خود اس کو استعمال نہ کرے گی۔

س:۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد کان میں اذان کہنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

ج:۔ داہنے کان میں اذان کہے اور بائیں کان میں اقامت کہے۔

س:۔ ایک صاحب کو پیسوں کی ضرورت تھی، کھیت گروی رکھ کر روپے لیے چاہتے تھے، الغرض انھوں نے پیسے لے کر یہ کہا کہ کھیت کے معاملہ میں کسی قسم کی کوئی بات یا شرط نہیں ہے اس طرح کھیت گروی رکھ کر پیسے لینے کا کیا طریقہ ہے، تفصیل سے جواب دیجئے۔

ج:۔ کھیت کو گروی رکھنا درست ہے، لیکن اس سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے، جب تک روپے واپس نہیں ہوتے اس وقت تک کھیت کی آمدنی حاصل کرتے رہنا سود کے حکم میں ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ آمدنی بتائی کے اصول پر دونوں تقسیم کر لیں تو درست ہے اور اپنے حصہ کی آمدنی استعمال کر سکتے ہیں۔

س:۔ سینٹ کا استعمال کیسا ہے؟ کیا سینٹ کے استعمال کے بعد نماز پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے؟

ج:۔ سینٹ کا استعمال جائز ہے، اس کے استعمال کے بعد نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چونکہ موجودہ الکحل شراب سے نہیں بنتا ہے، دیگر کیمیکل سے بنتا ہے جو شرعاً شراب کے حکم میں نہیں ہے۔

س:۔ میں ایک صاحب کی امانت ایک جگہ سے لایا کرتا تھا لیکن ایک بار راستے میں وہ امانت غائب ہو گئی، اب جن صاحب کی امانت ہے وہ مطالبہ کر رہے ہیں ان کا مطالبہ کہاں تک درست ہے؟

ج:۔ اگر امین کی کسی غفلت کی وجہ سے سامان غائب نہیں ہوا ہے تو اس کی ذمہ داری امین پر نہیں ہوگی لہٰذا دریافت کردہ صورت میں مذکور سامان کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی ہے۔

س:۔ کیا میت کے ماتھے پر بوسہ دے سکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں! میت کے ماتھے پر بوسہ دے سکتے ہیں۔

س:۔ اگر بغیر کسی غفلت کے یوں ہی کوئی شخص ٹوپی کے بغیر نماز پڑھے تو نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

ج:۔ ٹوپی وغیرہ کا استعمال ادب میں داخل ہے، بہتر ہے کہ ٹوپی پہن کر نماز ادا کرے اگر کوئی شخص بغیر ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا نماز درست ہو گی۔

س:۔ رمضان میں افطار کے برتن دھونے کے لئے صابن خریدنا اور شب برأت میں نمازیوں کے لئے مسجد کے پیسے سے چائے بنانا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ مسجد کی رقم سے افطار کے برتن دھونے کے لئے صابن لانا اور شب برأت میں چائے بنانا درست نہیں ہے۔

س:۔ زید نے اپنے بھتیجے کی مرضی کے بغیر اس کی زمین پر قبضہ کر لیا، اب مجبوری دکھا کر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا، اس کا یہ عمل کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے؟

ج:۔ زمین پر اس طرح جابرانہ قبضہ کرنا جائز نہیں ہے اور زید کی امامت مکروہ تحریمی ہے، رد المحتار میں ہے، ویکرہ امامۃ العبد الخ وفاسق (درمختار) بل مستی فی شرح المنیۃ کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ (باب الامامہ ۱/۵۲۳)

اورنگ آباد۔ (مہاراشٹر)
میں تعمیر حیات حاصل کریں
مکتبہ اسلامی بالمقابل نئے میاں درگاہ
شاہ گنج۔ اورنگ آباد۔۱

آواز کا لمس۔ ایک مطالعہ

پروفیسر وصی احمد صدیقی

جناب قمر سنبھلی صاحب سے میری ملاقات زیادہ تر حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے دیوار کے سائے میں رہی ہے، عصر کے بعد حضرت مولانا اپنی قیام گاہ سے باہر آکر ندوہ کے متوسلین کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں۔ یہ دربار عام ہوتا ہے۔ کسی صاحب یا دربان سے معاملہ نہیں پڑتا اور صحیح معنوں میں زیارت گہہ رندانِ جہاں بن جاتا ہے۔ میر کا شعر ہے

دور بیٹھا غبار میر اس سے۔ عشق بن یہ ادب نہیں آتا

ادب کا یہ معیار اس بارگاہِ عالی میں ختم ہو جاتا ہے۔ ہم جیسے کم سواد لوگ بھی قریب جگہ پاتے رہتے ہیں۔ لوگ دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اس میں میری ڈھٹائی کا بھی دخل ہے۔ بقول غالب ؎

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے

یہی جگہ قمر صاحب سے ملاقات کی بنی۔ وہ بھی اپنے برادرِ بزرگ جناب مولانا برہان الدین صاحب کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ بات چیت ہمیشہ نثری رہی۔ معتبر راویوں نے بتایا کہ اچھے شاعر ہیں۔ اور جب ان کا دیوان مجھے بذریعہ ڈاک ملا تو اس اچھے شاعر کی تصدیق ہو گئی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت اچھے شاعر ہیں۔

دیوان کا نام "آواز کا لمس" مجھے بہت اچھا لگا، عجب خوشگوار نیا پن لئے ہوئے ہے، یہاں بے محل سمجھئے مگر مجھے اکدم ٹینیسن کی لائنیں یاد آئیں۔

BUT OH FOR THE TOUCH OF A VANISHED HAND AND THE SOUND OF A VOICE THAT IS STILL

"آہ اس معدوم ہاتھ کا لمس اور اس خاموش آواز کی صدا!"

جیسا کہ ہم نے کہا آواز اور لمس کا ذکر تو اس میں آگیا ہے اور کوئی گداز دل والا تو بغیر سیاق و سباق کے اس کی نرم حزینہ کیفیت سے متاثر ہو جائے گا۔

اچھی شاعری تو ہمیشہ حزینہ ہوگی۔ اقبال جیسے رجائی شاعر بھی کبھی کبھی اگلے زمانہ کا خواب دیکھ لیتے ہیں ورنہ بیشتر کلام تو کسی نہ کسی صورت سے عظمتِ رفتہ کی یاد ہی سے بھرا ہے۔ اس کا رواں کی یاد جس کا گذرنا ٹوٹی ہوئی طناب اور بجھی ہوئی آگ کے دیدے سے پیدا ہوتی ہے۔

شبلی کے خیال میں سب سے میٹھے نغمے وہ ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ حزینہ ہوں شاعری کے لئے بالکل صحیح ہے۔ ایک عام انسان کی زندگی تو تلخیوں اور غم و آلام سے بھری ہوتی ہے، خوشیوں کے لمحے تو بجلی کے اس چمک سے مشابہ ہیں جو ان آلام کو روشن کر کے اکدم بجھ جاتی ہے۔

بقول رشید صاحب کے اردو شاعری کی آبرو تو غزل ہے، اس غزل سے احساسات میں لذت۔ جذبات میں نیکی۔ فن میں حسن اور راہ و رسم میں محبت کا وجود ذہن میں آتا ہے، شیکسپیر نے انسان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آگے اور پیچھے دونوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس کو فکر کا موضوع ماضی اور مستقبل دونوں میں ملتا ہے۔ یہ فکر احساس سے پیدا ہوتی ہے۔ احساس جذبات اور حسیات سے پیدا ہوتا ہے۔ امید و بیم، غم و مسرت۔ دوستی و دشمنی، بلکہ دھوپ چھاؤں اور گرمی سردی بھی فکر کو متاثر کرتی ہے۔ یہ صرف شاعر کے تجربات نہیں ہوتے۔ بلکہ پوری نوعِ انسانی کے تجربات ہیں۔ ان کا سلیقہ سے بیان ہی بہترین شعر گوئی ہے۔ شاعر کی روح میں نیکی اور حکمت چھپی ہوتی ہے۔ شعر میں لذت، حکمت و بصیرت سے ملی ہوتی ہے۔ اچھا شاعر کبھی ریاکار نہیں ہو سکتا ممکن ہے معرفت کے رموز بیان کرنے والا خود ناپسندیدہ زندگی رکھتا ہو۔ اور ایک انقلابی شاعر کی اپنی زندگی یکساں اور سپاٹ ہو۔ مگر ایسا شاعر اچھا شاعر ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے ممدوح قمر صاحب کا دیوان پڑھ کر مجھے ایسا لگا جیسے بقول کیٹس "درختوں کے بیچ سے ہوا کی سرسراہٹ دکھائی (سنائی) دے رہی ہو یا درد مس درخ۔ بادل بہتے پانی۔ جھومتے درختوں کے نظارے سے اپنے تخیل کو شاداب کر رہا ہو۔

کہیں پرانے فرسودہ استعارے نہیں ہیں کسی پیش پا افتادہ ترکیب سے معاملہ نہیں۔ کہیں غیر ضروری طور پر رمزیت نہیں۔ قمر صاحب حقیقت کی ترجمانی انسانی تجربہ کے حوالہ سے کرتے ہیں۔ ان کے روح کی نیکی۔ خیالات کی بلندی اور علم کا بسیط ہونا ان کے کلام سے پوری طور پر واضح ہے۔

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ کلام چاہے وہ نثر ہو یا نظم۔ الفاظ کا فن ہے، خیالات پر تبصرہ بھی کیا ہوگا جو میرے پڑھنے میں نہیں آیا، ابن خلدون کا یہ قول قمر صاحب کے کلام کے لئے بہت موزوں ہے۔ ان کے الفاظ نگینہ کی طرح جڑے ہوتے ہیں۔ ان کی ترکیبیں صوتی حسن سے لبریز ہیں

(باقی صفحہ پر ۱۵)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیر نے مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت برطانیہ نے برطانیہ کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت تسلیم کرلی ہے اور آئندہ مردم شماری کے فارم میں مذہب کا خانہ بھی شامل کیا جائے گا۔ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے فارم میں مذہب کا خانہ بھی ہوگا اس سے مسلمانوں کی صحیح تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے انھوں نے اعتراف کیا کہ برطانیہ بالخصوص مغرب میں مسلمانوں کے بارے میں نامناسب رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور ان کو انتہا پسند قرار دیا جاتا ہے ہمیں ان کے بارے میں اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا اپنے رویہ پر ہمیں افسوس ہے کیونکہ اسلام رواداری کا مذہب ہے اس سے کسی کو خطرہ نہیں ہونا چاہئے کو سووٰ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی یہ تشویش بلاجواز ہے کہ ہم وہاں کے صدر سے کوئی سودا کرلیں گے اور یہ کہ کوسووٰ کے مسلمان اب کبھی اپنے گھروں کو نہیں جاسکیں گے اجتماع کے آخر میں کوسووٰ سے بے گھر ہونے والے دو بچوں نے اسٹیج پر آکر ایک نظم جس میں کوسووٰ کے شہریوں پر مظالم کی تصویر کشی کی گئی تھی سنایا یہ نظم اتنا اثر انگیز ثابت ہوا کہ وزیر اعظم کی اہلیہ اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکیں اور ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، واضح رہے کہ اس اجتماع کا اہتمام مسلم ایسوسی ایشن آف برطانیہ نے کیا تھا۔

● خلیجی ۹ عرب ریاستیں آئندہ پانچ برسوں میں سو ارب ڈالر کا اسلحہ خریدیں گی اس امر کا اظہار ابوظہبی میں مقیم اسلحہ کے ماہر نے دنیا کے بڑے اسلحہ سازوں کی ایک نمائش کے افتتاح کے موقع پر کیا، پانچ روزہ نمائش کا افتتاح امارات کی فوج کے ڈپٹی سپریم کمانڈر شیخ خلیفہ ابن زید النہیان نے کیا نمائش میں سب سے زیادہ شرکا، برطانیہ اور اس کے بعد فرانس اور امریکہ کے تھے

● فرانس کے وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ فرانس کے خیال میں فلسطینی اتھارٹی کو فلسطینی ریاست کے قیام کا اعلان کرنے کا حق حاصل ہے انھوں نے یہ بات اردن کے اخبار "عرب ڈیلی" میں اپنے ایک انٹرویو میں کہی تاہم انھوں نے کہا کہ اس خطے کے مستقبل ان کی بقائے باہمی اور اردن جیسے پڑوسی ممالک کی بہتری کے لئے جو اس خطے میں امن سے رہنا چاہتے ہیں، کے لئے بھی بہتر ہوگا، فرانس کی بھی یہ خواہش ہے کہ یہ کام بہتر سے بہتر انداز میں اور بہتر حالات میں ہو۔

● اقوام متحدہ اپنے اخراجات میں کمی اور نقد رقوم کی وصولیابی میں بہتری کی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک مالی مشکلات سے دوچار ہے کیونکہ امن برقرار رکھنے کے سلسلے میں اخراجات پورے کرنے کے لئے نہ تو اس کے پاس کوئی فنڈ محفوظ ہے اور نہ ہی باقاعدہ بجٹ کا کوئی اہتمام ہے اقوام متحدہ کے نائب سکریٹری جنرل برائے انتظامی امور نے انتظامی اور بجٹ کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ اپنی باقاعدہ بجٹ سرگرمیوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے قیام امن کے لئے مختص فنڈز سے ادھار لے رہی ہے اور کیش بیلنس بھی پہلے سے زیادہ ہوگیا ہے۔

قنوج کے قدیم مشہور و معزز کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۳۴۳۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
ائیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

وفیات

ادھر تھوڑے ہی عرصہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی سے عقیدتمندانہ تعلق رکھنے والے کئی حضرات کا انتقال ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

● حاجی ولی بخش پٹیل بمبئی: یہ مولوی محمد اسحٰق پٹیل ندوی مرحوم کے والد تھے بڑے فرشتہ صفت انسان تھے اپنے بیٹے کو ندوہ میں تعلیم دلائی اور ندوہ کو ہر اہم موقع پر مالی تعاون بھی دیا، ایک تبلیغی سفر میں گر جانے کی وجہ سے پاؤں میں فریکچر ہوگیا تھا، بہت عرصہ تک صاحب فراش رہے، پھر اس قابل ہوئے کہ گھر کے اندر اپنی ضرورت بھر چلنے پھرنے لگے تھے جمعہ کی نمازیں مسجد بھی تشریف لے جاتے تھے، عمر اسّی سال کے قریب تھی، اس معذوری کی حالت میں وہ لیٹے بیٹھے ہر حال میں ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے تھے، اخلاق و شرافت اور ذکر و عبادت میں ان کی زندگی دوسروں کے لئے نمونہ تھی، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان اہلیہ صاحبہ، فرزندوں اور بچیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

● ابوبکر صاحب بمبئی کے مشہور مٹھائی کی دوکان "سلیمان عثمان مٹھائی والے" کے بیٹے اور خاندان کے ایک اہم فرد تھے، بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے، ان کے والد نہایت دیندار اور فقراء و مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے، مدارس کے تعاون میں بھی بڑا حصہ لیتے تھے ندوہ سے ان کو خصوصی تعلق تھا، ان کے انتقال کے بعد فرزندوں نے بڑی حد تک ان کی خوبیوں کو اپنائے رکھا، خصوصاً ابوبکر صاحب جو ابھی چند دنوں قبل دل کے دورہ میں اچانک انتقال فرماگئے، بزرگوں اور اہل مدارس سے برابر تعلق رکھا، ندوہ سے بڑا خصوصی ربط رہا، کئی بار ندوہ آئے بھی، ادھر ایک سال سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے غیر معمولی عقیدت و محبت کا تعلق ہوگیا تھا اور برابر فون سے بھی رابطہ رکھتے تھے، پہلے سے کسی بیماری کی اطلاع نہ تھی اچانک عبد اللہ علاء الدین ندوی سلمہ نے جو ابھی چند روز قبل ندوہ سے واپس ہوئے تھے فون پر ان کے انتقال کی خبر دی کہ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ یہ حادثہ تمام اہل خاندان کے لئے بڑا جانکاہ ہے تمام اہل تعلق کو اس ناگہانی خبر سے بڑا صدمہ ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی ہمت و توفیق دے۔

● صوفی انعام اللہ صاحب (لکھنؤ) صوفی ہوتے ہوئے بڑی مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل تھے حضرت شاہ عبد القادرؒ کی خدمت میں ایک عرصہ گذرا تھا، صوفی صاحب ایک شریف گھرانے کے فرد تھے، اپنی عمر کے آغاز میں ہی علماء دین کی صحبت سے متاثر ہوکر بالکل دین کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کردیا، تبلیغی کام میں بہت حصہ لیا اور دعوتی و اصلاحی کام میں ہمہ تن مشغول ہوگئے اور زندگی اسی کام میں گذار دی۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے جشن تعلیمی کے موقع پر فوری کاموں کی تکمیل میں بڑا اہم رول ادا کیا تھا ذمہ داران دار العلوم سے برابر تعلق رکھا ایسے خوش نصیب تھے کہ تقریباً ہر سال حج کی سعادت نصیب ہوتی تھی اس سال بھی حج کیا لیکن وہیں سے طبیعت خراب ہوئی اور واپسی پر برابر خراب رہی، بخار کا ایسا حملہ ہوا کہ برابر بڑھتا ہی گیا اور اسی میں تقریباً ایک ہفتہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر اپنے خالق سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہوئی اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے۔

● مولانا اختر علی ندوی کان کے آبائی وطن قصبہ کھرست ضلع اناؤ میں مرجون ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کئی سال تک ندوۃ العلماء کے شبلی کتب خانہ سے منسلک رہے، جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں بھی تدریسی خدمات انجام دی۔ اور اسی کے ساتھ مقامی مدرسہ اسلامیہ کے سرپرست بھی تھے۔ پسماندگان میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

(ادارہ)

دہلی میں تعمیر حیات
حاصل کریں
سنٹرل نیوز ایجنسی ۲۳۲۹۰۔ کناٹ سرکس نیو دہلی

بھوپال میں
تعمیر حیات حاصل کریں
بھوپال بک ہاؤس
بدھوارہ۔ بھوپال ۱

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

• محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

پندرہ سو برسوں پر مشتمل ہجری وعیسوی تاریخوں کا مکمل نقشہ، قیمت =/۱۵ روپئے۔

ملنے کا پتہ: ماسٹر سید نورالدین احمد مکان نمبر ۱۰۳/۲۴ بشیر گنج، کانپور۔ (یو۔پی)

ہجری تقویم اور انگریزی گریگورین تقویم جدید پر ماسٹر سید نورالدین احمد صاحب سابق لیکچرر صدیق فیض عام انٹر کالج کانپور نے یکم محرم سن ہجری سے یکم محرم ۱۵۰۰ھ تک کا انگریزی تاریخوں کا ایک کلنڈر (چارٹ) مرتب کیا ہے۔

اس کلنڈر سے اسلامی تقویم اور انگریزی تقویم کی مطابقت میں آسانی ہوتی ہے، علمی حلقوں خصوصاً تاریخ داں حضرات کے لئے یہ کلنڈر بہت مفید ہے۔ یہ کلنڈر نہ صرف یہ کہ موجودہ نسل کے لئے تیار کیا گیا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی مفید ہوگا۔

تاریخ نکالنے کا طریقہ کلنڈر کے نیچے لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: الخطب الدینیۃ الجدیدۃ (اردو)

مؤلف: مولانا محمد کاظم ندوی

تعریب: رحمت اللہ ندوی

صفحات: ۸۰، قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ ایوب کاکوری لکھنؤ۔ ۲۲۷۱۰۷

مولانا محمد کاظم ندوی صاحب نے یہ کتاب عربی درجات کے طلباء کے لئے تالیف کی ہے تاکہ ان کے اندر عربی میں تقریر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ یہ کتاب پندرہ علمی، ادبی، اصلاحی اور معیاری تقریروں پر مشتمل مجموعہ ہے جو عربی ادب سے ذوق رکھنے والے طلباء کے لئے ایک مفید تحفہ ہے۔

نام کتاب: جدید معیاری تقریریں (سوم وچہارم)

مؤلف: محمد کاظم ندوی

قیمت: درج نہیں ہے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ ایوب کاکوری۔ ۲۲۷۱۰۷

مولانا محمد کاظم ندوی اردو زبان میں طلباء کے معیار کے مطابق لکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب "جدید معیاری تقریریں" مدارس دینیہ کے طلباء کے لئے تالیف کی ہے تاکہ وہ اس سے استفادہ کرکے اپنے اندر تقریر وخطابت کی صلاحیت اور عام مسلمانوں کے اندر دینی بیداری پیدا کر سکیں، حصہ سوم میں نو اور حصہ چہارم میں سات معیاری تقریریں تلبند کرنے کی کوشش کی ہے۔

حصہ چہارم کے آخر میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی دو اہم تقریریں بھی شامل ہیں۔

خدا کرے ان کی سابقہ تقریروں کے سلسلۂ کتب کی طرح یہ دونوں کتابیں بھی مقبول عام وخاص ہوں۔

نام کتاب: سچائی کا ایمانی روحانی اور بنیادی قاعدہ

صفحات: ۱۴۴

ملنے کا پتہ: مرکز تنظیم دعوۃ الصدق۔ سچائی ڈاک ہرسولی ضلع مظفر نگر (یو۔پی)

اس کتاب میں ایمان ویقین توحید ورسالت آسمانی کتب، معراج، جہاد، سچائی، اچھائی، برائی تقدیر، جنت، جہنم، اذان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، وغیرہ سے متعلق بہت سی باتیں سوال وجواب کے انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ جو چھوٹے بچوں کے لئے بہت مفید ہیں۔

اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول عام بخشے

• نام کتاب: خدمت خلق یا حقوق العباد

تصنیف: عبداللہ دانش۔

صفحات: ۷۲، قیمت =/۱۵ روپئے

ملنے کا پتہ: ابجد پبلیکیشنز اے۔ایف۔ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر۔ نئی دہلی۔ ۲۵

زیر نظر کتاب میں حقوق العباد کو اس کے معاصر تناظر میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں مختلف نظریات کے حاملین مثلاً فسطائیت، عیسائیت، اور قادیانیت کے پیروؤں کی جدوجہد اور ان کے پوشیدہ مقاصد واثرات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ تاکہ حقوق العباد اور دین وشریعت میں اس کی اہمیت اور اس کا مفہوم واضح ہو سکے۔ اور حقوق العباد کے بارے میں مثبت کوششیں کی جا سکیں۔

رانچی میں

تعمیر حیات حاصل کریں

تاج بکڈپو۔ مین روڈ۔ رانچی

(بقیہ) علماء سے مل کر کام کرنے کی ضرورت

اور وہ بات چیت میں سختی کرے مگر فیصلہ اسکے موافق کردے تو تم اس کی تعریف کروگے۔ یا شکایت؟

مشاہدہ ہے کہ اس صورت میں حاکم کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔ اور اس کی سختی میں حکمتیں بیان کی جاتی ہیں کہ حاکم نے ہمارے ساتھ ابتداء میں سختی کا برتاؤ اس لئے کیا تاکہ کوئی طرفداری کی رعایت کا وہم نہ ہو۔

اے اللہ! ایک دنیادار حاکم کے افعال میں تو حکمت ہو، اور خادمانِ دین کے افعال میں حکمت نہ ہو۔ یہ کیسی بے انصافی ہے، پھر اگر کوئی پیر (مصلح مبلغ) تمہارے ساتھ سختی کرے مگر اس کے ہاتھ سے تمہارا کام بن جائے تو ہزار بار مبارک ہو۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے باپ اپنے بچے پر سختی کرتا ہے کہ یہاں نہ بیٹھو۔ فلاں فلاں آدمیوں سے نہ ملو، چیز نہ کھاؤ۔ وقت پر پڑھنے جاؤ اور وہ کبھی اس کے خلاف کرتا ہے تو بیٹے کو سزا دیتا ہے۔ مگر اس میں کوئی بھی باپ کو ظالم نہیں کہتا، بلکہ اس سختی کو بیٹے کے حق میں شفقت ورحمت سمجھتے ہیں۔ پھر مشائخ کی سختی کو بھی شفقت پر کیوں نہیں محمول کیا جاتا؟

(الغرض) علماء اگر سختی کریں تو آپ کو شکایت اور ناگواری کا حق نہیں۔ کیونکہ تم دنیا کے واسطے اس سے بھی زیادہ سختی کو خوشی سے برداشت کرتے ہو۔ پھر دین کے واسطے کیوں نہیں برداشت کرتے؟ ہاں اگر تم دنیا کے واسطے بھی کسی حاکم اور طبیب اور وکیل وغیرہ کی سختی کو برداشت نہیں کیا کرتے تو پھر تمہاری شکایت کسی درجہ میں صحیح ہوتی۔

علماء کا ادب: علماء کا ادب بہت ضروری ہے حدیث میں ہے۔

مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَلَمْ يُبَجِّلْ عَالِمَنَا فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ: یعنی جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے، اور بڑے کی تعظیم نہ کرے، اور عالم کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یہ کس قدر سخت وعید ہے،

علماء کا ادب اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ وارثانِ رسول ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ـــ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ـــ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ کرو۔ اور آپ کے سامنے زور سے بولا چلا کر باتیں نہ کرو۔ اور رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بلکہ ادب سے بات کرو۔ اور آپ کے پاس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہو تو بغیر اجازت کے وہاں سے نہ اٹھو۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں حضورؐ کے بعد آپ کے خلفاء اور وارثانِ علم کے بھی وہی حقوق ہیں کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ جس حدیث میں تبجیل (تعظیم) علماء کی تاکید ہے وہ ان احکام کے عموم پر دال ہے۔ اسی واسطے سلف نے وارثانِ رسول کا وہی ادب کیا جو ان آیات میں حضورؐ کے لئے مذکور ہے۔

علماء نے تشریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی ادب برتنا چاہیئے۔ گو سوءِ ادب (بے ادبی) کا وبال اس درجہ کا نہ ہو۔ لیکن تاذی بلاضرورت (تکلیف دینا) حرام ہے۔

(دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام)

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید دی جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003
Tele.: Add Cupkettle Tel - 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

بقیہ: درس حدیث

کے رسول ہیں، پابندی سے نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو، (دیسن کر) اس شخص نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اس شخص پر تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور آپؐ کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

پھر اس نے کہا ہم کو ایمان کے بارے میں بتائیے، آپؐ نے فرمایا اللہ پر ایمان لاؤ، اس کے فرشتوں پر ایمان لاؤ، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاؤ، آخرت پر ایمان لاؤ، اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ، (دیسن کر) اس شخص نے کہا آپؐ نے سچ کہا۔

اس کے بعد اس نے سوال کیا مجھے احسان کے بارے میں بتائیے، آپؐ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہیں تو یہ دھیان رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ حدیث کا لب لباب یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں کم از کم یہ دھیان میں رکھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس طرح اس کی عبادت میں بھی خشوع و خضوع پیدا ہوگا اور عمل میں احتیاط و تقویٰ سے کام لے گا۔

پھر اس شخص نے سوال کیا قیامت کے بارے میں بتائیے، آپؐ نے فرمایا قیامت کے بارے میں جس سے پوچھا جا رہا ہے اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں معلوم۔

پھر اس نے کہا: تو قیامت کی نشانیاں بتائیے، آپؐ نے فرمایا قیامت کی علامت یہ ہے کہ باندی اپنی ملکہ کو جنے (یعنی بچے ماں باپ کی نافرمانی میں اتنے بڑھ جائیں کہ ان کی نافرمانی اور ان کو برا بھلا کہنے میں ایسے ہو جائیں کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کرنے لگیں جو آقا اپنی باندی کے ساتھ کرتا ہے) اور جب دیکھو کہ غریب و نادار لوگ جن کو پاؤں کا جوتا اور جسم کا کپڑا بھی میسر نہ تھا، اور جو لوگ بکریاں چرایا کرتے تھے وہ (ترقی کر کے) اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے لگیں

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا، ..... کئی دن گذر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا عمرؓ! تمہیں معلوم ہے کہ سوال کرنے والا شخص کون تھا، میں نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ حضرت جبریلؑ علیہ السلام تھے تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

امام نووی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب لوگ عالم کی مجلس میں حاضر ہوں کچھ پوچھنا چاہتے ہوں اور ادب کی وجہ سے ہمت نہ ہوتی ہو، تو جو شخص سمجھ دار ہو وہ سوال کرے تاکہ سب کو مسئلہ معلوم ہو جائے، اور عالم کو چاہئے کہ سوال کرنے والے کے ساتھ نرمی برتے اس کو اپنے سے قریب کرے تاکہ بلا خوف و جھجک وہ سوال کر سکے اور سائل کو بھی چاہئے کہ سوال کرنے میں نرم انداز اپنائے۔

حدیث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ حضرت جبریلؑ کا آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرنا اچھے انداز سے تعلیم دینے کے مقصد سے تھا۔

نشور واحدی کا کلام فکر و فن کا حسین امتزاج

۸ر جون ۱۹۹۹ء کو جامعہ نگر دہلی کے دارالقضاء ہال میں رابطہ ادب اسلامی کی جانب سے "شام نشور" کا اہتمام ہوا جس میں دہلی کی دانش گاہوں کے اساتذہ و طلبا نے شرکت کی، صدارت اردو کے معروف شاعر جناب ابوالمجاہد زاہد نے کی۔ اس محفل میں ڈاکٹر تابش مہدی اور پروفیسر ظفر احمد نظامی نے نشور واحدی کی شاعری اور شخصیت پر فکر انگیز مقالہ پڑھا۔

مباحثے کے ضمن میں جن حضرات نے نشور کے فکر و فن کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ان میں پروفیسر زبیر احمد فاروقی، پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی، ڈاکٹر محسن عثمانی، ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، جناب رضوان اللہ فاروقی، مولانا عبدالحق فلاحی، ڈاکٹر فیضان اللہ فاروقی، جناب اشفاق احمد خاں قاسمی جناب محمود ملی اور جناب امین احمد صدیقی کے نام شامل ہیں۔

اس کے بعد شعری نشست میں تابش مہدی، سہیل فاروقی، وقار صدیقی، گوالیاری، رضوان فاروقی امین صدیقی، شمیم اعظمی، اظہر غوری، ظفر نظامی فیضان فاروقی، زبیر فاروقی اور صدر نشین جناب ابوالمجاہد زاہد نے اپنا کلام پیش کیا۔

آخر میں شمیم بے پوری کی وفات پر اظہار غم کیا گیا صدر رابطہ پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی اور شرکاء نے دعائے مغفرت کی۔

اعلیٰ معیاری، عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان
حراء سوئیٹس (بمبئی)
خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ پوری اٹھا اور شام کو نمکین و میٹھے سموسے کے لیے تشریف لائیں
اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہمہ وقت کفایتی داموں پر دستیاب ہیں۔
پتہ:
اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد مستان تالاب
ناگپاڑہ بمبئی ۸

اتباع علماء اور علماء سے مل کر کام کرنے کی ضرورت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت جو شخص اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہے اور خدا کو راضی کرنا چاہے اس کے لئے اتباع علماء کے سوا کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ گو حضورؐ کی وفات بھی حیات ہی ہے۔ مگر حیات صوریہ کے مقابلہ میں اس کو وفات کہنا زیادہ صحیح ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ حی لایموت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے ابنیاء علاوہ بلا واسطہ کوئی مستفید نہیں ہو سکتا۔ اور ہم تو صحابہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بلا واسطہ مستفید نہیں ہو سکتے۔ تو اب بجز اتباع علماء کے ہمارے لئے دین پر چلنے کی کوئی صورت نہیں رہی۔

مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں کو آج کل اتباع علماء سے عار آتا ہے، بعض لوگوں کو اتباع ائمہ سے بھی عار آتی ہے۔

آج کل عوام کی یہ حالت ہے کہ علماء کو اول تو آگے کرتے ہی نہیں۔

صاحبو! اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو علماء کی اتباع کرو ان کو متبوع بناؤ۔ تابع نہ بناؤ۔ ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ ان میں انتخاب کر لو، جو ناقابل ہوں ان کا اتباع نہ کرو اور جو قابل ہوں ان کو مقتدا بناؤ۔ کیوں کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے آدمی عالم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ علم دوسری چیز کا نام ہے یعنی صحبت الی اللہ۔

عالم حقانی کی شان:

یاد رکھو! جو عالم حقانی ہوگا وہ دین کے معاملہ میں کسی کی رعایت ہرگز نہ کرے گا۔ نہ کسی کی موافقت و مخالفت کی پرواہ کرے گا۔ وہ خدا کی رضا کے سامنے تمام دنیا پر لات مار دے گا۔ اگر سارا عالم بھی ان کے خلاف ہو جائے تب بھی وہ شریعت سے تجاوز نہ کرے گا۔ چاہے اس میں اس کی عزت ہو یا ذلت ہو۔

اور ہم تو صحابہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی

علماء کی ماتحتی میں کام کرنے کی ضرورت

جو علماء احکام کے جاننے والے ہیں، اور بے غرض ہیں ان کو مقتدا بناؤ۔ ان کو تابع نہ بناؤ۔ تبلیغ کے کام میں ان کو آگے کرو، تم ساتھ ساتھ رہو۔ اور ان کے مشورہ سے ہر کام کرو، پھر کبھی تو وہ خود (تبلیغ میں) جائیں گے اور کبھی وہ خود نہ جائیں گے بلکہ تم کو بھیجیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو غزوہ میں خود تشریف لے جاتے تھے اور کبھی ایک شخص کو سردار (امیر) بنا کر چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجتے تھے۔ یہ نظیر ہے۔ (شریعت کے مطابق) کام کرنے کی۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ علماء خود ہی تبلیغ کے لئے جائیں۔ جیسا کہ عوام نے سمجھ رکھا ہے کہ علماء کے ذمہ ہے کہ وہ تمام ملک کا اور تمام دیہاتوں کا دورہ کریں۔ سو یاد رکھو اس طرح کام نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ۔

یعنی جہاد کے لئے سب مسلمانوں کو نہیں جانا چاہئے بلکہ ایک ایک جماعت جائے تاکہ لوگ دین کا علم حاصل کریں۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک ہی طرف نہ جھکیں۔ بلکہ ایک بڑے فرقہ (بڑی جماعت) میں سے چھوٹی سی جماعت اس کام کے لئے جائے۔ باقی لوگ فقہ اور دین حاصل کریں۔

علماء اور مبلغین و مصلحین کی سختی برداشت کرنا

مجھے عوام سے شکایت ہے کہ اگر علماء ان کے ساتھ سختی کرتے ہیں تو ان کو اس سے ناگواری کیوں ہوتی ہے۔ آخر وہ اطباء (ڈاکٹر) کے نخرے بھی اٹھاتے ہیں اور ان کی سختی کو ہر طرح برداشت کرتے ہیں کیوں؟ محض اس لئے کہ صحت مطلوب ہے اور مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے سختی اور دشواری سب کچھ گوارہ ہوا کرتی ہے، پھر کیا دین کی صحت آپ کو مطلوب نہیں؟ اگر مطلوب ہے تو اطباء باطن (علماء مشائخ) کی سختی اور دشواری بھی ناگوار نہ ہونی چاہئے۔

صاحبو! اگر کسی کی اشرفی (سونے کا پیسہ) کھو گئی ہو۔ اور ایک آدمی کے پاس اس کا پتہ ملے اور تم اس سے مانگنے جاؤ، اور وہ زور سے اس کو تم پر دے مارے کہ جا لے جا۔ تو اس سختی کی وجہ سے اس اشرفی کو آپ یہ کہہ کر دوبارہ پھینک دیں گے کہ اس طرح دینے سے ہم نہیں لیں گے؟ پھر اگر کوئی اچھی بات بتلا دے۔ گو سختی ہی سے کہتا ہو۔ اس پر آپ ناک منہ کیوں چڑھاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اشرفی تو مطلوب ہے، دین نہیں مطلوب۔

صاحبو! اگر آپ کسی حاکم کے پاس جائیں

(باقی صفحہ ۲۹ پر)